Globethics Repository

Globethics

Islam ur kafalat 'ammah (Islam and public governance)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-06-21 06:52:26
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188562

اسلام
اور
کفالتِ عامّہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

اِسلام

اور

کفالتِ عامّہ

www.MinhajBooks.com

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَّدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ

www.MinhajBooks.com

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱-۴ / ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۷۰-۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱ / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اِسلام اور کفالتِ عامّہ
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر کرامت اللہ
تخریج	:	حسنین عباس
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	مارچ 2008ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	-/100 روپے

❖ ❖ ❖

www.MinhajBooks.com

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈ شدہ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاج القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

فہرس

صفحہ	عنوانات
۹	پیش لفظ
۱۴	امدادِ باہمی
۱۴	(۱) تقویٰ
۱۵	(۲) اثم
۱۷	(۳) برّ
۱۸	(۴) عدوان
۱۹	(۱) اسلام میں باہمی معاشرتی تعاون
۲۱	باہمی معاشرتی تعاون کی اقسام
۲۱	۱۔ باہمی سیاسی تعاون
۲۳	۲۔ باہمی دفاعی تعاون
۲۵	۳۔ باہمی تعزیری تعاون
۲۶	۴۔ باہمی اخلاقی تعاون
۲۷	۵۔ باہمی علمی تعاون

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
(۲) اسلام میں باہمی معاشی تعاون	۲۹
باہمی معاشی تعاون پر چند احادیث	۲۹
کفالتِ عامہ	۳۶
۱۔ انفرادی کفالت	۳۷
۲۔ اجتماعی کفالت	۳۹
معاشی کفالت کا تصور قرآن و حدیث کی روشنی میں	۴۲
مختلف طبقاتِ معاشرہ کی کفالت	۵۹
معاشی کفالت کا دائرہ کار	٦۷
۱۔ حقِ خوراک	٦۸
۲۔ حقِ لباس	۸۳
۳۔ حقِ رہائش	۸٦
۴۔ حقِ معاش (روزگار)	۸۸
۵۔ حقِ تعلیم	۹۷
٦۔ حقِ علاج	۱۰۲
طبی سہولیات کی فراہمی کا حق	۱۰۴
مغربی قانون اور طبی سہولیات کا حق	۱۰٦

عنوانات	صفحہ
۷۔حقِ انصاف	۱۰۸
(۱) قانونی مساوات کا حق	۱۰۸
(۲) حصولِ اِنصاف کا حق	۱۱۲
(۳) آزادانہ سماعت کا حق	۱۱۶
(۴) دوسروں کے جرائم سے برأت کا حق	۱۱۸
(۵) صفائی پیش کرنے کا حق	۱۱۹
❁ مآخذ ومراجع	۱۲۳

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

اسلام اپنے مزاج میں اجتماعیت کا دین ہے یعنی اگر ہم اسلام کے نظامِ عبادات، احکام یا معاملات کو دیکھیں تو ہر جگہ ہمیں انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کی روح کارفرما نظر آئے گی۔ یہی سبب ہے کہ اسلام نے جہاں بھی احکام یا ہدایات عطا کی ہیں وہاں انفرادی کی بجائے اجتماعی انداز سے مخاطب کیا گیا ہے اور انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی گئی ہے۔ کسی بھی نظامِ فکر و عمل میں اجتماعیت کی روح اسی وقت محفوظ و مامون رہ سکتی ہے جب اس میں امدادِ باہمی، تعاون اور ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کی واضح تعلیمات موجود ہوں۔ اسلام کی عطا کردہ تعلیمات اور ہدایت میں یہ روح ہمیں بڑے واضح طور پر رُو بہ عمل نظر آتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہر خیر پر مبنی عمل میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ارشاد ہوا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.(۱)

’’اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔‘‘

قرآن حکیم کی اس آیہ مبارکہ میں امدادِ باہمی اور اجتماعی سطح پر تعاون کی جس تعلیم کا ذکر ہے اس میں تعاون کرنے اور نہ کرنے کی جن حدود کا ذکر کر دیا گیا ہے وہ پوری کی پوری زندگی کو محیط ہے۔ بِرّ اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون اور اِثم اور عُدوان کے معاملے میں عدمِ تعاون کی تعلیم زندگی کے انفرادی اور اجتماعی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی ہر میدان کا احاطہ کر رہی ہے۔ تقویٰ اور بِرّ قرآن حکیم کی جامع

(۱) المائدۃ، ۵: ۲

اصطلاحات ہیں، جن میں خیر پر مبنی ہر رویہ اور عمل شامل ہے۔ اسی طرح اِثم اور عُدوان قرآن حکیم کی ایسی جامع اصطلاحات ہیں جو اخلاقیات سے لے کر زندگی کے معاشی و معاشرتی پہلو تک تمام معاملات کا احاطہ کرتی ہیں۔ قرآن حکیم کی یہ آیۂ تعاون دراصل اسلام کے اجتماعی ڈھانچے کے اندر افراد کے باہمی ربطِ کار اور آپس کے معاملات طے کرنے کا پورا ضابطۂ عمل بیان کرتی ہے۔ جہاں قرآن حکیم کی یہ آیۂ مبارکہ زندگی کے دوسرے میادین اور شعبہ جات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ربط و ضبط کو بیان کر رہی ہے وہیں زندگی کے معاشی پہلو کا احاطہ بھی کرتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مد ظلہ العالی کی زیرِ نظر تصنیف ''اسلام اور کفالتِ عامہ'' اسلام کے اجتماعی نظام میں امدادِ باہمی اور کفالتِ عامہ کی انہی تفصیلات کا احاطہ کر رہی ہے جو قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیۂ مبارکہ سے مترشح اور مستنبط ہیں۔ اَفرادِ معاشرہ کے مابین معاشرتی، سیاسی، دفاعی، قانونی، اخلاقی اور علمی میادین میں کہاں کہاں تعاون کے امکانات موجود ہیں اور کہاں کہاں افرادِ معاشرہ کو ایک دوسرے کا دست و بازو بنتے ہوئے اپنے وسائل اور ذرائع کی نفع بخشی کے دائرے کو دوسرے افرادِ معاشرہ تک پہنچانا چاہیے، ان سب جہات کا تفصیلی بیان اس کتاب میں موجود ہے۔ اسلامی معاشرے میں ریاست کو معاشرے کی ذمہ داریوں سے نہ صرف یہ کہ مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ریاست معاشرتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا ذمہ دار ادارہ ہے اور اہلِ ایمان کے لیے قرآن حکیم کی عطا کردہ ہدایات کی روشنی میں ایسا نظام وضع کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے جس میں کفالتِ عامہ بطور ایک خیر، نیکی یا ایک انفرادی عمل کے نہیں بلکہ ایک نظام کے طور پر سامنے آئے یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

شیخ الاسلام کی زیرِ نظر تصنیف میں اسلامی ریاست کی اس بنیادی ذمہ داری یعنی کفالتِ عامہ کے نظام کے قیام کی تفصیلات و توضیحات پر بھی بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ بنیادی حقوق جو بطور ایک شہری کے

ریاست کے ہر فرد کو میسر ہیں جن میں حقِ خوراک، حقِ لباس، حقِ رہائش، حقِ معاش، حقِ تعلیم، حقِ علاج اور حقِ انصاف شامل ہیں، ان حقوق کی فراہمی کے لیے ایسا نظام وضع کرنا جس میں ریاست کے ہر فرد کو یہ حقوق بلا روک ٹوک میسر آ رہے ہوں اور وہ ان حقوق کے تحفظ و فراہمی سے مستفیض ہو رہا ہو، ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس امر پر اس کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ الغرض شیخ الاسلام کی یہ تصنیف اسلام کے عطا کردہ معاشی نظام کی نہ صرف چند اہم اور امتیازی جہات کا احاطہ کرتی ہے بلکہ دورِ جدید میں جبکہ ہر طرف فلاحی ریاست کا غلغلہ ہے اور بادی النظر میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ شاید فلاحی ریاست کا تصور صرف مغرب کے افکار کی دین ہے، یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آج سے صدیوں قبل اسلام نے وہ تعلیمات عطا کر دی تھیں جن کی روشنی میں وہ فلاحی ریاست قائم کی جاسکتی ہے جس میں فرد کے نہ صرف تمام حقوق محفوظ ہوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ریاست کی طرف سے بھی ایک ایسا نظام میسر ہو جس میں افرادِ معاشرہ اور ریاست کے شہری ایک دوسرے کے ساتھ تقویٰ اور بِرّ پر مبنی ہر معاملے میں تعاون کر رہے ہوں، اِثم اور عُدوان کے ہر معاملے میں اِثم اور عُدوان کے فروغ کا سدباب کر رہے ہوں اور اجتماعی سطح پر ریاست کفالتِ عامہ کے نظام کے تحت افرادِ معاشرہ کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ان تمام اسباب اور موانعات کا تدارک کر رہی ہو جو اَفرادِ معاشرہ اور ریاست کے شہریوں کے حقوق کی فراہمی میں تعطل کا باعث بنتے ہوں۔

www.MinhajBooks.com

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ناظم تحقیق، تحریک منہاج القرآن

۱۱ مارچ، ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام سلامتی کا دین ہے اور اس کا عطا کردہ تصورِ فلاح و بہبود صرف نظریہ و عقیدہ تک ہی محدود نہیں بلکہ عملاً ایک نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی مملکت میں افرادِ معاشرہ کی سلامتی و فلاح کو یقینی بنانے کے لئے اسلام امدادِ باہمی اور کفالتِ عامہ کا تصور دیتا ہے۔ امدادِ باہمی سے مراد ’’افرادِ معاشرہ کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے۔‘‘ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

خير الناس أنفعهم للناس.[1]

’’لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو ان میں سے (عام) لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔‘‘

منفعت فراہم کرنے سے مراد ہر شعبۂ زندگی میں دوسروں کی مدد و تعاون بھی ہے۔ خلقِ خدا ایک دوسرے سے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جڑی ہوئی ہے۔ امدادِ باہمی اور تعاون کے بغیر معاشی و معاشرتی استحکام کے مفقود ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا اسلام نے امداد باہمی کا تصور دے کر افراد میں تعاون، اخوت، عزت و احترام اور خوشحال زندگی گزارنے کا طریقہ بتا دیا ہے۔

کفالتِ عامہ سے مراد اسلامی مملکت میں آباد ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام ہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، رہائش، علاج اور وہ سب کچھ شامل ہے جن کی فراہمی پر انسان کی زندگی کی بقاء کا انحصار ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۵۸، رقم: ۵۷۸۷

۲۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۱۰۸، رقم: ۱۲۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اِمدادِ باہمی

انفرادی اور اجتماعی سطح پر اِمدادِ باہمی کے فروغ کو قرآن حکیم نے ایک اصول اور قانون کے طور پر بیان فرمایا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.(۱)

’’اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔‘‘

یہ آیتِ مبارکہ اخلاقی، معاشرتی اور معاشی زندگی کے جملہ پہلوؤں کو محیط ہے۔ ’’تقویٰ‘‘ اور ’’اثم‘‘ یعنی پرہیزگاری اور گناہ کا تعلق زندگی کے اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں سے، جبکہ ’’بِرّ‘‘ اور ’’عدوان‘‘ کا تعلق زندگی کے معاشرتی اور معاشی پہلوؤں سے ہے۔ ذیل میں ان امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ ان کی معنوی وسعت آشکار ہو سکے:

۱۔ تقویٰ

ارشادِ ربّانی ہے:

۱۔ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○(۲)

’’اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تم اس کے حضور پیش ہونے والے ہو، اور (اے حبیب!) آپ اہلِ ایمان کو خوشخبری سنا دیں (کہ اللہ کے حضور ان کی پیشی بہتر رہے گی)○‘‘

۲۔ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○(۳)

(۱) المائدة، ۵: ۲

(۲) البقرة، ۲: ۲۲۳

(۳) البقرة، ۲: ۲۳۳

’’اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہےo‘‘

۳۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسۡمَعُوۡا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَo (۱)

’’اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام کو غور سے) سنا کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتاo‘‘

۲۔ اِثم

ارشادِ ربّانی ہے:

۱۔ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ. (۲)

’’فرما دیجئے کہ میرے ربّ نے (تو) صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں (سب کو) اور گناہ کو۔‘‘

۲۔ وَالَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَo (۳)

’’اور وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیںo‘‘

۳۔ اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ. (۴)

’’جو لوگ چھوٹے گناہوں (اور لغزشوں) کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔‘‘

اگرچہ ’’تقویٰ‘‘ اور ’’اثم‘‘ کا تعلق زندگی کے مذہبی اور اخلاقی پہلوؤں سے ہے

(۱) المائدۃ، ۵: ۱۰۸
(۲) الاعراف، ۷: ۳۳
(۳) الشوریٰ، ۴۲: ۳۷
(۴) النجم، ۵۳: ۳۲

مگر قرآن حکیم کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو بھی اس سے الگ نہیں کیا:

۴۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ (۱)

”(قرآن مجید) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے○ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو (تمام حقوق کے ساتھ) قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں○“

ان آیات مبارکہ میں مذہبی عقائد و احکام کے ساتھ معاشی زندگی کی اصلاح (انفاق فی سبیل اللہ) کو متقی لوگوں کی صفت بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم نے کئی مقامات پر ”اثم“ کو زندگی کے معاشرتی اور معاشی پہلوؤں پر بھی محیط قرار دیا ہے:

۵۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَـكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (۲)

”اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطورِ رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو حالانکہ تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے)○“

۶۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○ (۳)

”اور تم گواہی کو چھپایا نہ کرو، اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل

(۱) البقرة، ۲: ۲، ۳
(۲) البقرة، ۲: ۱۸۸
(۳) البقرة، ۲: ۲۸۳

گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے o''

۷۔ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ کَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا.(۱)

''آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں فرما دیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ (دنیوی) فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔''

۳۔ بِرّ

ارشادِ ربّانی ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِيّنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰکِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ o(۲)

''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم

(۱) البقرة، ۲: ۲۱۹

(۲) البقرة، ۲: ۱۷۷

کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیںo‘‘

اس آیۂ مبارکہ میں نیکی کا جو تصور دیا گیا ہے وہ زندگی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے:

عقائد: ایمان باللہ، ایمان بالرسالت والکتب اور ایمان بالآخرت

اعمال: قیامِ صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ

معاشرتی وظائف: رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلین کی معاشی کفالت نیز زندگی کے ہر قدم پر مذکورہ بالا دستورِ حیات پر استقامت کے ساتھ کاربندی۔

۴۔ عدوان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ **ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.** (۱)

’’پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کے وطن سے باہر نکال رہے ہو اور (مستزاد یہ کہ) ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کے ساتھ (ان کے دشمنوں کی) مدد بھی کرتے ہو۔‘‘

۲۔ **وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَo** (۲)

(۱) البقرۃ، ۲: ۸۵

(۲) المائدۃ، ۵: ۶۲

اور آپ ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھیں گے جو گناہ اور ظلم اور اپنی حرام خوری میں بڑی تیزی سے کوشاں ہوتے ہیں۔ بیشک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت بُرا ہےo‘‘

اس وضاحت سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ برّ اور تقویٰ میں باہمی تعاون ہے یہ تصور زندگی کے ہر دائرے تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم تعاون کی اس تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ باہمی معاشرتی تعاون (Mutual Social Cooperation)

۲۔ باہمی معاشی تعاون (Mutual Economic Cooperation)

۱۔ اِسلام میں باہمی معاشرتی تعاون

اسلام کے باہمی معاشرتی تعاون کا اصول قرآن و سنت کی مختلف نصوص سے واضح ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ.(۱)

’’بے شک (سب) اہلِ ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے مؤمنین کے اسی بھائی چارے کو ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے باہمی معاشرتی تعاون کی وضاحت یوں فرمائی:

ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضوًا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى.(۲)

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۰

(۲) ا۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ۵: ۲۲۳۸، رقم: ۵۶۶۵

’’تم مؤمنین کو آپس میں مہربانی، شفقت اور لطف و کرم میں ایسے دیکھو گے جیسے کوئی جسم کہ جب اس میں کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم (تکلیف میں مبتلا ہو کر) بے خوابی اور بخار کو دعوت دیتا ہے۔‘‘

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً وشبک أصابعه.[1]

.......۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۶۹، رقم: ۲۳۳

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۳: ۳۵۳، رقم: ۶۲۲۳

۶۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۰: ۴۳۹، رقم: ۵۶۶۴

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، أبواب المساجد، باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره، ۱: ۱۸۲، رقم: ۴۶۷

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب المظالم، باب نصر المظلوم، ۲: ۸۶۳، رقم: ۲۳۱۴

۳۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأداب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضاً، ۵: ۲۲۴۲، رقم: ۵۶۸۰

۴۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۵

۵۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم، ۴: ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۸

۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۶۳، رقم: ۳۰۳۴۸

۷۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۰۴، رقم: ۱۹۶۲۴

۸۔ أبو يعلى، المسند، ۱۳: ۲۷۹، رقم: ۷۲۹۵

۹۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۶۷، رقم: ۲۳۱

۱۰۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۸۷

’’ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے ایسے ہے کہ جیسے عمارت جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں آپس میں گھ لیں۔‘‘

یہ ارشادِ نبوی ﷺ بھی باہمی معاشرتی تعاون کی دلیل ہے:

لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه. (۱)

’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔‘‘

باہمی معاشرتی تعاون کی اَقسام

باہمی معاشرتی تعاون کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(ا) باہمی سیاسی تعاون

اسلام میں ہر شہری کا سیاسی حق ہے کہ وہ حکمرانوں کا محاسبہ کرے اور انہیں مشورہ دے کیونکہ حکمران اُمت کے مستقبل کے ذمہ دار ہیں اس بنیاد پر معاشرہ اچھی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، ۱: ۱۴، رقم: ۱۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان أن یحب لأخیه المسلم ما یحب لنفسه من الخیر، ۱: ۶۷، رقم: ۴۵

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب ۵۹، ۴: ۶۶۷، رقم: ۲۵۱۵

۴۔ نسائي، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب علامة الإیمان، ۸: ۱۱۵، رقم: ۵۰۱۶

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۶، رقم: ۱۲۸۲۴

سیاست کے فروغ کے لیے باہمی تعاون اور فساد و انحراف کا قلع قمع کرنے کا پابند ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته. (۱)

”تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی اس بات کی تائید کرتا ہے:

المسلمون تتكافأ دماؤهم يسعى بذمتهم أدناهم ويجير عليهم أقصاهم وهم يد على من سواهم. (۲)

”تمام مسلمانوں کے خون (کی حرمت) برابر ہے اور ان کی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے ان میں سے ادنیٰ بھی کوشش کرتا ہے، ان پر معاہدۂ امن کو پورا کرنا لازم ہے اور وہ دوسروں کے لئے باعثِ قوت ہیں۔“

فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جب کوئی بھی مسلمان کسی کو پناہ اور امان

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب الجمعة في قرى والمدن، ۱: ۳۰۴، رقم: ۸۵۳
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية، ۳: ۱۴۵۹، رقم: ۱۸۲۹
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الجهاد، باب ما جاء في الإمام، ۴: ۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في السرد ترد على أهل العسكر، ۳: ۸۰، رقم: ۲۷۵۱
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب المسلمون تتكافأ دماؤهم، ۳: ۸۹۵، رقم: ۲۶۸۳

دے تو اس کا یہ عمل حکومت کے لئے بھی قابلِ احترام ہو گا اور وہ اس کی پابندی کرے گی خواہ پناہ دینے والا عالم ہو یا جاہل، مضبوط ہو یا ضعیف، مرد ہو یا عورت، سوائے اس صورت کے کہ اس کا یہ عمل مملکت کے مفادات کے خلاف ہو۔

اس کی تائید ہمیں اس واقعہ سے ملتی ہے کہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ میں ایک مشرک کو پناہ دی تو ان کے بھائی نے اسے پکڑ کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ مسئلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد أجرنا من أجرت يا أم هاني. (۱)

’’اے اُم ھانی! جسے تو نے پناہ دی اُسے ہم نے بھی پناہ دی۔‘‘

(۲) باہمی دفاعی تعاون

اسلامی مملکت کے ہر شہری کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے شہری بھائیوں کے ساتھ باہمی دفاعی تعاون کرے اور مملکت پر حملہ کرنے والوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، أبواب الصلاة في الثياب، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به، ۱: ۱۴۱، رقم: ۳۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب الصلاة الضحى، ۱: ۴۹۸، رقم: ۳۳۶

۳۔ مالك، الموطأ، كتاب قصر الصلاة في السفر، باب الصلاة الضحى، ۱: ۱۵۲، رقم: ۳۵۶

(۲) التوبة، ۹: ۴۱

''تم ہلکے اور گراں بار (ہر حال میں) نکل کھڑے ہو۔''

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ باہمی دفاعی تعاون میں دشمن پر حملہ آور ہو البتہ کوئی مریض ہو یا نابینا، اپاہج ہو یا معذور تو اس صورت میں اس پر حملہ واجب نہیں ہے۔ اسلام میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے باہمی دفاعی تعاون ضروری قرار دیا ہے۔ اس طرح ہمیں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ ہم دنیاوی مفاد کی خاطر باہمی مقاتلہ کا ارتکاب نہ کریں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل و المقتول في النار. (۱)

''جب دو مسلمان آپس میں تلوار لے کر مقابلہ کریں (اور ان میں سے کوئی قتل ہو جائے تو) قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔''

امتِ مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ قتل و غارت سے اجتناب کرے۔ قرآنِ مجید نے اس سے سختی سے منع کیا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ج فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللهَ يُحِبُّ

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب وإن طائفتان من المسلمين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فسماهم المؤمنين، ۱: ۲۰، رقم: ۳۱
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، ۴: ۲۲۱۴، رقم: ۲۸۸۸
۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب في النهي عن القتال في الفتنة، ۴: ۱۰۳، رقم: ۴۲۶۸
۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب إذا التقى المسلمان بسيفيهما، ۲: ۱۳۱۱، رقم: ۳۹۶۴

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

الْمُقْسِطِيْنَo اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ.(۱)

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہےo بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔“

(۳) باہمی تعزیری تعاون

جب کوئی شخص کسی کو قتل کرے اور قاتل نامعلوم ہو تو شرعی اَحکام کے مطابق اس جگہ کو دیکھا جائے جہاں مقتول کی نعش پائی گئی ہے اور مقتول کے وارث اس جگہ رہنے والے پچاس آدمیوں سے قسم لیں کہ وہ قاتل کو نہیں جانتے اور نہ ہی انہوں نے اسے پناہ دی ہے۔ جب وہ قسم اٹھا لیں تو ایسی صورتحال میں دیت اہلِ علاقہ (جہاں قتل ہوا ہے) یا جن لوگوں نے قسمیں کھائیں، ان سے وصول کی جائے گی کیونکہ شریعت نے مقتول کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ مقتول کے ورثاء کو دی جائے گی۔

اِمام سرخسی لکھتے ہیں:

إذا وجد الرجل قتيلًا في محلة قوم، فعليهم أن يقسم منهم خمسون رجلًا، باﷲ ما قتلناه ولا علمنا له قاتلًا، ثم يغرمون الدية.(۲)

”جب کوئی آدمی کسی مقتول (کی نعش) کو کسی ایسے علاقے سے پائے جہاں

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹، ۱۰

(۲) سرخسي، المبسوط، ۲۶: ۱۰۹

لوگ رہتے ہوں تو ان (علاقے والوں) پر لازم ہے کہ ان میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ بخدا انہوں نے اس آدمی کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی قاتل کو جانتے ہیں، پھر وہ دیت دیں گے۔‘‘

اگر وہ لوگ دیت ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ یہ حکم ہر اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جہاں دیت واجب ہوتی ہے اور قاتل یا اس کا خاندان دیت ادا نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں بیت المال پر دیت کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے کہ وہ قاتل کی جگہ اسے ادا کرے۔

دیت کا بیت المال کی طرف سے ادا کیا جانا مقتول کے خاندان کے ساتھ باہمی تعاون کی ایک صورت ہے جو قانونی سزا کے دیئے جانے میں ہوتا ہے۔

(۴) باہمی اخلاقی تعاون

اسلام معاشرے کو عام اخلاقی قدروں کا محافظ سمجھتا ہے، اس کی وجہ سے معاشرے کے لئے لازم ہے کہ وہ اخلاقی قدروں کو پامال کرنے والوں کو برا جانے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے باہمی اخلاقی تعاون کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مثل القائم على حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فأصاب بعضهم أعلاها وبعضهم أسفلها فكان الذين في أسفلها إذا استقوا من الماء مرّوا على من فوقهم فقالوا: لو أنا خرقنا في نصيبنا خرقًا ولم نؤذ من فوقنا فإن يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعًا وإن أخذوا على أيديهم نجوا ونجوا جميعًا. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الشركة، باب هل يقرع في القسمة والاستهام فيه، ۲: ۸۸۲، رقم: ۲۳۶۱

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ۱۲، ۴: ۴۷۰، رقم: ۲۱۷۳

’’اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے اور اس کو توڑنے والے کی مثال اس قوم کی سی ہے جس نے سوار ہونے کے لئے قرعہ ڈالا۔ بعض کے نام اوپر والے حصہ میں آئے اور بعض کے نچلے حصہ میں۔ جو لوگ نچلے حصے میں تھے انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا تھا۔ ان (نیچے والوں) نے کہا: اگر ہم اپنے حصے میں سوراخ کر لیں تو اوپر والوں کو تکلیف دینے سے بچ جائیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے، چھوڑ دیا (کہ وہ سوراخ کر لیں) تو سارے کے سارے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو خود بھی نجات پائی اور سب کو بھی بچا لیا۔‘‘

ایک اور حدیثِ نبوی ﷺ میں اخلاقی تعاون کی دوسری مثال کچھ یوں ہے:

من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. (۱)

’’تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اسے اپنی زبان سے برا کہے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کی ضعیف ترین حالت ہے۔‘‘

(۵) باہمی علمی تعاون

حضور نبی اکرم ﷺ نے عالم پر لازم کیا ہے کہ وہ جاہل کو پڑھائے اور جاہل پر

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ۱: ۶۹، رقم: ۴۹
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۳، رقم: ۴۳۴۰
۳۔ نسائي، السنن، كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان، ۸: ۱۱۱، رقم: ۵۰۰۸

فرض ہے کہ وہ عالم سے سیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

العالم والمتعلم شريكان في الأجر ولا خير في سائر الناس. (۱)

’’عالم اور متعلم دونوں اجر میں برابر کے شریک ہیں جبکہ باقی لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔‘‘

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے مسلمانوں کی بھلائی کی تعریف کی پھر فرمایا:

ما بال أقوام لا يفقهون جيرانهم، ولا يعلمونهم، ولا يعظونهم، ولا يأمرونهم، ولا ينهونهم، وما بال أقوام لا يتعلمون من جيرانهم، ولا يتفقهون، ولا يتعظون، والله ليعلمن قوم جيرانهم، ويفقهونهم، ويعظونهم، ويأمرونهم، وينهونهم، وليتعلمن قوم من جيرانهم، ويتفقهون، ويتعظون أو لأعاجلنهم العقوبة. (۲)

’’اس قوم کا کیا حال ہوگا جو اپنے پڑوسیوں کو نہ تو سمجھاتے ہیں، نہ پڑھاتے ہیں، نہ نصیحت کرتے ہیں، نہ انہیں (نیکی کا) حکم دیتے ہیں اور نہ انہیں (برائی سے) منع کرتے ہیں۔ اور اس قوم کا کیا حال ہوگا جو نہ تو اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کرتے ہیں، نہ ان سے سمجھتے ہیں اور نہ ان سے نصیحت حاصل کرتے ہیں بخدا! قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور تعلیم دے، سمجھائے، انہیں نصیحت کرے اور

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۸

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۱۲۲، رقم: ۴۹۳

(۲) ۱۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۱: ۷۱، رقم: ۲۰۴

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۱۶۴، رقم: ۷۴۸

(نیکی کا) حکم دے اور (برائی سے) روکے۔ اور قوم کو اپنے پڑوسیوں سے ضرور سیکھنا چاہیے اور ان سے مسائل سمجھنے چاہئیں، یا پھر میں انہیں جلد سزا دوں گا۔‘‘

۲۔ اِسلام میں باہمی معاشی تعاون

اسلام نے لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر کرنے پر بڑی توجہ دی ہے اور ان کے مال و دولت کے ضائع ہونے اور فضول خرچ ہو جانے سے حفاظت کی ہے۔ اسی لیے فضول جگہوں پر مال استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا حکومت پر واجب ہے کہ وہ ارتکازِ دولت کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کرے اور ان کے جمع شدہ اموال کو مناسب قیمت اور معقول منافع کے ساتھ پبلک میں تقسیم کر دے۔

اسی طرح حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اموال میں تصرف کرنے سے منع کرے جو پاگل، کم عقل، بے وقوف اور اسراف و تبذیر کرنے والے ہوں اور یہ ممانعت اس وقت تک رہے جب تک ان کا پاگل پن اور بے وقوفی زائل نہیں ہو جاتی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيٰمًا.(۱)

’’اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

باہمی معاشی تعاون پر چند اَحادیث

۱۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الأشعريين إذا أرملوا في الغزو، أو قلّ طعام عيالهم بالمدينة،

(۱) النساء، ۴: ۵

جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم في إناء واحد بالسوية فهم مني وأنا منهم.(۱)

”جب دورانِ جنگ اشعریوں کا کھانا ختم ہو گیا یا مدینہ میں قیام کے دوران ان کے اہل و عیال کے لئے کھانا کم پڑ گیا تو انھوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا اسے ایک کپڑے میں جمع کیا، پھر اسے ایک برتن سے برابر برابر آپس میں تقسیم کر دیا، (اسی لیے) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔“

۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اصحابِ صفہ غریب تھے جن کے پاس بعض اوقات کھانے کو بھی نہ ہوتا تھا ان کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث، ومن كان عنده طعام أربعة فليذهب بخامس أو سادس.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض، ۲: ۸۸۰، رقم: ۲۳۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريين ﷺ، ۴: ۱۹۴۴، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۳۲

۴۔ ديلمي، الفردوس بما ثور الخطاب، ۱: ۲۳۲، رقم: ۸۸۸

۵۔ مناوي، فيض القدير، ۳: ۱۸۰

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، ۳: ۱۳۱۲، رقم: ۳۳۸۸

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب مواقيت الصلاة، باب السمر مع الضيف والأهل، ۱: ۲۱۷، رقم: ۵۷۷

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، ۳: ۱۶۲۷، رقم: ۳۰۵۷

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

’’جس کے پاس دو افراد کا کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس میں تیسرے کو بھی شامل کرے اور اگر چار کا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں پانچویں یا چھٹے بندے کو بھی شامل کرے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طعام الاثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الأربعة. (۱)

’’دو افراد کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین افراد کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔‘‘

۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طعام الواحد يكفي الاثنين، وطعام الاثنين يكفي الأربعة، وطعام الأربعة يكفي الثمانية. (۲)

.... ۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۹۷، رقم: ۱۷۰۴

۵۔ أبو عوانه، المسند، ۵: ۲۰۴، رقم: ۸۳۹۸

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۵۱ رقم: ۱۶۵۵

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين، ۵: ۲۰۶۱، رقم: ۵۰۷۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل وأن طعام الاثنين يكفي الثلاثة ونحو ذلك، ۳: ۱۶۳۰، رقم: ۲۰۵۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب فضيلة المؤاساة في الطعام القليل وأن الطعام الاثنين يكفي الثلاثة ونحو ذلك، ۳: ۱۶۳۰، رقم: ۲۰۵۹

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في طعام الواحد يكفي الاثنين، ۴: ۲۶۷، رقم: ۱۸۲۰

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين، ۲: ۱۰۸۴، رقم: ۳۲۵۴

’’ایک شخص کا کھانا دو کے لئے کافی ہوتا ہے، دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔‘‘

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ليس بالمؤمن الذي يبيت شبعانًا وجاره جائع إلى جنبه. (۱)

’’وہ مؤمن نہیں جس نے خود تو شکم سیر ہو کر رات بسر کی اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہا۔‘‘

۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له قال: فذكر من أصناف المال ما ذكر حتى رأينا أنه لا حق لأحد منا في فضل. (۲)

’’جس کے پاس زائد سواری ہے وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد کھانا ہے وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس کھانا

.... ۴۔ دارمي، السنن، ۲: ۱۳۶، رقم: ۲۰۴۴
۵۔ بزار، المسند، ۱: ۲۴۰، رقم: ۱۷۷
۶۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۵۹، رقم: ۷۴۴۴
۷۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۳۰۸

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۵، رقم: ۲۱۶۶
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۲۵۹، رقم: ۷۵۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال، ۳: ۱۳۵۴، رقم: ۱۷۲۸
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، ۲: ۱۲۵، رقم: ۱۶۶۳
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۳۲۶، رقم: ۱۰۴۶

نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مال کی بہت سی اقسام بیان کیں حتی کہ ہم نے محسوس کیا کہ زائد مال میں سے ہمارا کوئی حق نہیں۔‘‘

۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا أنزل الله بقوم عذابًا، أصاب العذاب من كان فيهم، ثم بعثوا على أعمالهم. (۱)

’’جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو یہ عذاب ہر اس شخص پر پہنچتا ہے جو اس قوم میں سے ہوتا ہے، پھر ان کو ان کے اعمال کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔‘‘

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من مات وعليه صيام صام عنه وليه. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب إذا أنزل الله بقوم عذابًا، ۶:۲۶۰۲، رقم: ۶۶۹۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت، ۴: ۲۲۰۶، رقم: ۲۸۷۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰، رقم: ۴۹۸۵

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۴۳۰، رقم: ۵۵۸۲

۵۔ قضاعي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۲۵۳، رقم: ۹۷۸

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الصوم، باب من مات وعليه الصوم، ۲: ۶۹۰، رقم: ۱۸۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصوم، باب قضاء الصيام على الميت، ۲: ۸۰۳، رقم: ۱۱۴۷

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الصوم، باب فيمن مات وعليه صيام، ۲: ۳۱۵، رقم: ۲۴۰۰

’’جو شخص فوت ہو جائے درآنحالیکہ اس پر روزہ فرض تھا تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔‘‘

۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر فرمایا:

أعمم ولا تخص فإن بين الخصوص والعموم كما بين السماء والأرض. (۱)

’’اے میرے چچا زاد بھائی! اس دعا کو عام کرو (یعنی فقط اپنے لئے رحم طلب نہ کرو بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شامل کرو) خاص نہ کرو کیونکہ خاص اور عام میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے مابین ہے۔‘‘

۱۰۔ عوام کی معاشی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری حکومتِ وقت پر کس حد تک عائد ہوتی ہے اس کا اندازہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ہوتا ہے جو آپ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سننے کے بعد ارشاد فرمایا:

إني حريص على أن لا أرى حاجة إلا سددتها، ما أتسع بعضنا لبعض، فإذا عجز ذلک عنا تأسينا في عيشنا حتى نستوي في الكفاف، ولو ددت أنكم علمتم من نفسي مثل الذي وقع فيها لكم، ولست معلمكم إلا بالعمل، إني والله لست بملک فاستعبدكم، ولكني عبد الله عرض عليّ الأمانة فإن ابيتها ورددتها عليكم واتبعتكم حتى تشبعوا في بيوتكم وترووا سعدت بكم، وإن أنا

(۱) ۱۔ هندي، كنز العمال، ۲: ۸۵، رقم: ۳۲۵۹

۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۶، رقم: ۲۱۶۳

حملتها واستتبعتكم إلى بيتي شقيت بكم، ففرحت قليلًا وحزنت طويلًا، فبقيت لا أقول ولا أرد فأستعتب. (۱)

’’مجھے اسی بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی (تمہاری) کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کروں، جب تک ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھتے ہوں۔ جب ہمارے اندر اتنی گنجائش نہ رہ جائے تو ہم باہمی امداد کے ذریعے گزر اوقات کریں گے یہاں تک کہ سب کا معیارِ زندگی ایک سا ہو جائے۔ کاش تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے۔ لیکن میں یہ بات تمہیں عمل کے ذریعے ہی سمجھا سکتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنا کر رکھوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں (خلافت و حکومت کی) امانت میرے سپرد کی گئی ہے۔ اب اگر میں اس کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھوں بلکہ (تمہاری امانت سمجھ کر) تمہاری طرف واپس کردوں اور (تمہاری خدمت و ادائے حقوق کے لئے) تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھا پی سکو تو میں تمہارے ذریعے فلاح پاؤں گا اور اگر میں اسے اپنا بنا لوں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور (اپنے حقوق طلب کرنے کے لئے) اپنے گھر آنے پر مجبور کر دوں تو تمہارے سبب میرا انجام خراب ہوگا۔ (دنیا میں) کچھ عرصے خوشی منالوں گا مگر (آخرت میں) عرصہ دراز تک غمگین رہوں گا اور میرا حال یہ ہوگا کہ نہ کوئی مجھے کچھ کہنے والا ہوگا اور نہ کوئی میری بات کا جواب دے گا کہ میں اپنا عذر بیان کر کے معافی حاصل کرسکوں۔‘‘

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۴٦

کفالتِ عامہ

لفظ کفالت ذمہ داری، ضمانت، بار اٹھانا کے معانی میں اردو اور عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کفالتِ عامہ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

”اسلامی ریاست کے تمام باشندگان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کا اہتمام کرنا۔ ان بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف خصوصی طور پر شامل ہیں۔“

کفالتِ عامہ کی اہمیت قرآن مجید اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اسلامی ریاست کے اولوا الامر حضرات کو کفالتِ عامہ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس سے صرفِ نظر کرنے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ مثلاً:

من ولاه الله ﷻ شيئًا من أمر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله عنه دون حاجته وخلته وفقره.(١)

”جسے اللہ ﷻ نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہوکر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہوجائے گا۔“

ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحه إلا لم يجد رائحة الجنة.(٢)

(١) ١۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب فيما يلزم الإمام من الأمر الرعية والحجبة عنه، ٣: ١٣٥، رقم: ٢٩٤٨
٢۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢٢: ٣٣١، رقم: ٨٣٢
٣۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ٤: ١٠٥، رقم: ٧٠٢٧

(٢) بخاري، الصحيح، كتاب الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، ٦: ٢٦١٤، رقم: ٦٧٣١

’’جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔‘‘

کفالتِ عامہ کے فریضہ کی عملاً ادائیگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر حکمرانانِ ملتِ اسلامیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ پیش پیش ہیں جس کی تفصیل اسلامی کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔

کفالتِ عامہ میں نہ صرف اسلامی ریاست کے مسلمان شہری شامل ہیں بلکہ غیر مسلم رعایا کو بھی وہی حیثیت حاصل ہے جو مسلمانوں کو۔

اسلام کے عطا کردہ نظامِ معیشت میں کفالتِ عامہ اور امدادِ باہمی کی ذمہ داریاں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلامی ریاست کے سپرد کی گئی ہیں۔ کفالتِ عامہ کی تفصیل سمجھنے کے لئے ہم اسے دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔

۱۔ انفرادی کفالت

۲۔ اجتماعی کفالت

۱۔ اِنفرادی کفالت

انفرادی سطح پر معاشرہ میں مستحق افراد کی کفالت کے تصور کو قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں متعدد مقامات پر اجاگر کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (۱)

’’اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۶۷

تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس میں سے گندے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہرگز نہ لو سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کرلو، اور جان لو کہ بیشک اللہ بے نیاز لائقِ ہر حمد ہے o‘‘

۲۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ج وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ط وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ o[(۱)]

’’اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے (اس سے دوسروں کو ترغیب ہو گی) اور اگر تم انہیں مخفی رکھو اور وہ محتاجوں کو پہنچا دو تو یہ تمہارے لئے (اور) بہتر ہے، اور اللہ (اس خیرات کی وجہ سے) تمہارے کچھ گناہوں کو تم سے دور فرما دے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے o‘‘

۳۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o[(۲)]

’’جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے o‘‘

اس تصور کی وضاحت احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی ملتی ہے:

۱۔ ليس المؤمن الذي يشبع وجاره جائع إلى جنبه.[(۳)]

(۱) البقرة، ۲: ۲۷۱

(۲) البقرة، ۲: ۲۷۴

(۳) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۵: ۹۲، رقم: ۲۶۹۹

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۱۸۴، رقم: ۷۳۰۷

’’وہ شخص کامل مؤمن نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا رہے۔‘‘

۲۔ ما آمن بي من بات شبعانًا وجاره جائع إلی جنبه وهو يعلم به.(۱)

’’وہ آدمی میرے اوپر ایمان نہ لایا جس نے خود تو رات سیر ہوکر بسر کی مگر اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا سویا اور یہ بات اس کے علم میں بھی تھی۔‘‘

۳۔ أيما أهل عرصة أصبح فيهم امرؤ جائع فقد برئت منهم ذمة الله تعالی.(۲)

’’جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔‘‘

۲۔ اجتماعی کفالت

اسلام نے نہ صرف انفرادی سطح پر کفالتِ عامہ کی تلقین و حوصلہ افزائی کی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اسے ایک نظام کے طور پر متعارف کروایا۔ جس کی سیرتِ نبوی ﷺ میں

......
۳۔ بيهقي، السنن الكبری، ۱۰: ۳
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۷

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۲۵۹، رقم: ۷۵۱
۲۔ حاكم، المستدرك علی الصحيحين، ۲: ۱۵، رقم: ۲۱۶۶
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۴۳، رقم: ۳۸۷۴
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۳، رقم: ۴۸۸۰
۲۔ أبو يعلی، المسند، ۱۰: ۱۱۷، رقم: ۵۷۴۶
۳۔ حاكم، المستدرك علی الصحيحين، ۲: ۱۴، رقم: ۲۱۶۵
۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۳۶۳، رقم: ۲۷۳۶

عملی تفسیر مواخاتِ مدینہ کی صورت میں ملتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور اسلامی سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا تو سب سے پہلے جو مسئلہ درپیش تھا وہ مہاجرین گھرانوں کی رہائش و خوراک کا تھا۔ کیونکہ مہاجرین اپنی ہر طرح کی منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے۔

ریاستِ مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے پاس اس قدر وسائل نہیں تھے کہ ان مہاجرین کی آبادکاری، رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا جاتا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین کو ان کے حال پر چھوڑنے کی بجائے اہلِ مدینہ، جو بعد میں انصار کہلائے، اور مہاجرین کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرما کر اس مسئلہ کو نہ صرف مستقل طور پر حل کر دیا بلکہ ایک اسلامی ریاست میں اجتماعی سطح پر کفالتِ عامہ کے تصور کو بھی عملاً واضح کر دیا۔ مہاجرین و انصار کے اس تعلق کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ.(۱)

’’بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔‘‘

انصار زراعت پیشہ اور زمینوں اور باغات کے مالک تھے۔ اپنے ذاتی اثاثوں سے قدرتی محبت کے باوجود انصار نے مہاجرین کے لئے آپ ﷺ کو یہ پیشکش کی:

اقسم بيننا و بين إخواننا النخيل.(۲)

(۱) الانفال، ۸: ۷۲

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المزارعة، باب إذا قال اكفني مؤونة النخل أو غيره وتشركني في الثمر، ۲: ۸۱۹، رقم: ۲۲۰۰

”(یا رسول اللہ!) ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان ان باغات کو تقسیم فرما دیں۔“

انصار کی طرف سے یہ پیشکش صرف زمینوں اور باغات میں ہی نہیں تھی بلکہ وہ عقدِ مواخات کے بعد اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں میں لے گئے اور اپنا کل اثاثہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ گھر میں جو کچھ ہے وہ آدھا تمہارا ہے اور آدھا ہمارا، انصار میں جس کے دو مکانات تھے انہوں نے ایک اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ حتیٰ کہ جس انصاری کے پاس دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی کو ایک بیوی کی بھی پیشکش کر دی کہ جس کو چاہو میں اسے طلاق دے دیتا ہو تا کہ تو اس سے شادی کر سکے۔ ذیل میں ایک انصاری صحابی کے الفاظ درج کئے جاتے ہیں جنہیں امام بخاری نے نقل کیا ہے:

فاقسم مالي نصفين، ولي مرأتان فانظر أعجبهما إليک فسمها لي أطلقها فإذا انقضت عدتها فتزوجها.[1]

”میرے مال کو دو حصوں میں تقسیم کر لو (ایک حصہ تمہارا اور ایک حصہ ہمارا)، اور میری دو بیویاں ہیں (ان دونوں کو) دیکھ لو اور جو تجھے پسند ہو اس کا نام مجھے بتا دو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر لے تو تُو اس سے شادی کر لینا۔“

الغرض حضور نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کی خوراک، روزگار، رہائش اور آباد کاری کا یوں ہنگامی طور پر انتظام فرمایا اور کفالتِ عامہ کی ایسی مثال قائم کر دی جو ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

...... ۲۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱: ۲۰۲، رقم: ۶۳۱۰

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب إخاء النبي ﷺ بین المھاجرین والأنصار، ۳: ۱۳۷۸، رقم: ۳۵۶۹

۲۔ نسائي، السنن الکبری، ۵: ۸۶، رقم: ۸۳۲۲

معاشی کفالت کا تصور قرآن و حدیث کی روشنی میں

اَفرادِ معاشرہ کی معاشی ضروریات اور قرآن مجید کے الفاظ میں ’’رِزق‘‘ کی فراہمی اللہ ﷻ نے اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھی ہے:

۱۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا.(۱)

’’اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے۔‘‘

دوسرے مقام پر فرمایا:

۲۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝(۲)

’’اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی روزی (اپنے ساتھ) نہیں اٹھائے پھرتے اللہ انہیں بھی رزق عطا کرتا ہے اور تمہیں بھی، اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۝‘‘

سورۃ الفاتحہ میں اللہ ﷻ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝(۳)

’’تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پرورش فرمانے والا ہے۝‘‘

ایک اور مقام پر رزق کی فراہمی کو اپنے ذمۂ کرم پر لیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱) ہود، ۱۱: ۶

(۲) العنکبوت، ۲۹: ۶۰

(۳) الفاتحۃ، ۱: ۱

۴۔ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ.[۱]

’’اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)۔‘‘

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

الخلق عيال الله.[۲]

’’تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔‘‘

رزق کی فراہمی کی یہ ذمہ داری جو رب العالمین نے اپنے ذمۂ کرم پر لی، اسلامی ریاست کے اندر نیابتِ الٰہی میں اسلامی حکومت کی طرف سے انجام دی جائے گی۔ مشہور حنفی فقیہ سید علی زادہ اِسلامی حکومت کے اس فریضہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يدع فقيرًا في ولايته إلا أعطاه ولا مديونًا إلا قضى عنه دينه ولا ضعيفًا إلا أعانه ولا مظلومًا إلا نصره ولا ظالمًا إلا منعه عن الظلم ولا عاريًا إلا كساه كسوة.[۳]

’’اسلامی ریاست کا امیر اپنی مملکت میں کوئی ایسا فقیر نہ چھوڑے جس کو عطا نہ کرے اور کوئی ایسا مقروض نہ چھوڑے جس کی طرف سے قرض کو ادا نہ کرے اور کوئی کمزور نہ چھوڑے مگر یہ کہ اس کی مدد کرے اور کوئی مظلوم نہ چھوڑے مگر اس کی مدد کرے اور نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور کوئی ننگا نہ چھوڑے جس کو

(۱) الانعام، ۶: ۱۵۱
(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۳۶۵، رقم: ۵۵۴۱
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۶: ۶۵، رقم: ۳۳۱۵
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۹۱
(۳) سيد علي زاده، شرح شرع الإسلام

پہنا نہ دے۔‘‘

قرآن و حدیث کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین نے اپنے دورِ خلافت میں اس ذمہ داری کا کمال احساس رکھا اور اسے پورا کرنے کے لئے مصروفِ کار رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو مات جمل ضياعاً على شط الفرات لخشيت أن يسألني الله عنه. (۱)

’’اگر ساحلِ فرات پر کوئی بے سہارا اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔‘‘

دوسری روایت میں ہے:

لو ماتت شاة (وفي رواية: عناقًا) على شاطيء الفرات ضائعة، لظننت أن الله سائلي عنها يوم القيامة. (۲)

’’اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری (دوسری روایت کے مطابق بکری کا بچہ) بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلبی فرمائے گا۔‘‘

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال پر کچھ فقہاء آپ کی اہلیہ کے پاس آپ کی تعزیت کے لئے آئے تو ان کے سامنے آپ کی اہلیہ نے بیان کیا:

والله ما كان بأكثركم صلاة ولا صيامًا، ولكن والله ما رأيت عبد الله كان أشد خوفًا لله من عمر. كان رحمه الله قد فرّغ بدنه

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۳۰۵

(۲) ابن جوزي، مناقب عمر بن خطاب: ۱۶۱

ونفسه للناس فكان يقعد لحوائجهم يومه، فإذا أمسى ــــ وعليه بقية من حوائجهم ــــ وصله بليلته. فأمسى يومًا وقد فرغ من حوائجهم فدعا بمصباح قد كان يستصبح به من ماله، ثم صلى ركعتين ثم أقعى واضعًا يده تحت ذقنه تسيل دموعه على خده، فلم يذل كذلک حتى برق الفجر فأصبح صائمًا. فقلت له: يا أمير المؤمنين! لشيء ما كان منک ما رأيت الليلة؟ قال: أجل، إني قد وجدتني وليت أمر هذه الأمة أسودها وأحمرها فذكرت الغريب القانع الضائع، والفقير المحتاج، والأسير المقهور وأشباههم في أطراف الأرض، فعلمت أن الله تعالى سائلني عنهم، وأن محمداً ﷺ حجيجي فيهم، فخفت أن لا يثبت لي عند الله عذر، ولا يقوم لي مع محمد ﷺ حجة، فخفت على نفسي، ووالله إن كان عمر ليكون في المكان الذي ينتهي إليه سرور الرجل مع أهله فيذكر الشيء من أمر الله فيضطرب كما يضطرب العصفور قد وقع في الماء، ثم يرتفع بكاءه، حتى أطرح اللحاف عني وعنه رحمة له. ثم قالت: والله لوددت لو كان بيننا وبين هذه الإمارة بعد ما بين المشرقين.(۱)

”(فقہاء کی جماعت کے پوچھنے پر آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ نے آپ کے حالات کو اس طرح بیان فرمایا:) بخدا! وہ تم میں سے کسی سے بھی زیادہ نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے نہیں تھے لیکن اللہ کی قسم! میں نے کسی بندۂ خدا کو عمر بن عبد العزیز سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۷، ۱۸

انہوں نے اپنے جسم اور ذات کو لوگوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ دن بھر لوگوں کی حاجات کے لئے بیٹھے رہتے اگر دن گزر جاتا اور ابھی لوگوں کے کام باقی رہ جاتے تو وہ رات میں بھی لگے رہتے۔ ایک دن یوں ہوا کہ لوگوں کی حاجات سے دن ہی دن میں فارغ ہو گئے تو شام کو ایک چراغ منگوایا جسے وہ اپنے ذاتی تیل سے جلاتے تھے پھر انہوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس حال میں سیدھے بیٹھے رہے کہ آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر بہتی رہیں اور ساری رات یونہی بیٹھے روتے رہے۔ حتیٰ کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو انہوں نے روزے کی نیت کر لی میں نے پوچھا: امیر المومنین! آپ کس وجہ سے یوں بیٹھے روتے رہے؟ انہوں نے کہا: ہاں میرا حال یہ ہے کہ میں اسود و احمر تمام امتِ مسلمہ کا والی بنایا گیا ہوں۔ مجھے ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے مساکین، فقراء، محتاج قیدیوں اور ان جیسے مظلوم و مقہور لوگوں کی یاد آئی تو مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان کے معاملے میں مجھ سے ضرور جھگڑا فرمانے والے ہوں گے تو میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اس وقت اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ چل سکے گا اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے میں کوئی حجت پیش کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر میں ڈر گیا اور رونے لگ گیا۔ (اس کے بعد ان کی اہلیہ نے کہا) اللہ کی قسم! حضرت عمر بن عبد العزیز بعض اوقات اپنے گھر میں ہوتے جس میں عام آدمی بھی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہے، اس دوران اگر انہیں اللہ کی پیشی یاد آ جاتی تو وہ مضطرب ہو جاتے جس طرح وہ چڑیا مضطرب ہوتی ہے جسے پانی میں گرا دیا گیا ہو۔ پھر اتنی بلند آواز سے آہ و بکا کرتے کہ میں ان پر رحم کرتے ہوئے اپنے سے اور ان سے لحاف ہٹا دیتی۔ پھر فاطمہ نے کہا اللہ کی قسم! میں اس وقت چاہتی کہ کاش ہمارے درمیان اور اس خلافت و امارت کے درمیان زمین و

آسمان کی دوری ہوتی۔''

رعیت کی ذمہ داری کا یہی وہ احساس تھا کہ خلفائے راشدین کے دور میں خلفاء اور عوام کے مابین کوئی دیوار کھڑی نہ کی گئی کہ رعایا کو اپنے کسی حق کی طلب میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں والئ کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا اور اس میں پھاٹک لگوایا تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلم کو بھیج کر اسے آگ لگوا دی۔ امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

فأحرق الباب.(۱)

''پس (محمد بن مسلم نے حضرت سعد کے محل کا) دروازہ جلا دیا۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم حکمرانوں کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا:

۱۔ **من ولاه الله عزوجل شيئًا من أمر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله عنه دون حاجته وخلته وفقره.**(۲)

''جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں ''فقر'' غذا، لباس، مکان اور علاج جیسی بنیادی ضرورتوں

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۵۴، رقم: ۳۹۰

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجة عنه، ۳: ۱۳۵، رقم: ۲۹۴۸

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۲: ۳۳۱، رقم: ۸۳۲

۳۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۱۰۵، رقم: ۷۰۲۷

کا احاطہ کرتا ہے جبکہ ”حاجة“ میں زندگی کی دیگر بنیادی ضروریات آ گئی ہیں۔

۲۔ ما من إمام يغلق بابه دون ذوي الحاجة والخلة والمسكنة إلا أغلق الله أبواب السماء دون خلته وحاجته ومسكنته. (۱)

”جو امام ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ اس کی ضروریات، فقر اور مسکنت پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔“

۳۔ ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالإمام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته. (۲)

”آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک آدمی نگران ہے اور (روزِ قیامت) اس سے اس کی رعیت (ماتحت لوگوں) کے بارے میں باز پرس کی جائے گی تو (اس طرح) لوگوں پر امیر یا حکمران بھی ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امارت (حکومت) کا سوال کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۴۔ أنت ضعيف وهي أمانة وهي يوم القيامة خزي وندامة إلا من

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الأحكام، باب ما جاء في إمام الرعية، ۳: ۶۱۹، رقم: ۱۳۳۲
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۳۱، رقم: ۱۸۰۳۳
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۱۳۴، رقم: ۱۵۶۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم، ۶: ۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۹
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية، ۳: ۱۴۵۹، رقم: ۱۸۲۹

أخذها بحقها و أدى ما عليه فيها.[(۱)]

’’اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ (امارت وحکومت) ایک بہت بڑی امانت اور بروز قیامت (امیر کے لئے) رسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔ البتہ (اس حاکم کے لئے رسوائی نہیں ہوگی) جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ اختیار کیا اور امارت وحکومت میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس کو کما حقہ ادا کیا۔‘‘

یعنی شریعتِ اسلامیہ میں امارت و سیادت کے منصب پر فائز شخصیت اپنی رعیت کی کفالت سے کسی صورت بھی بری الذمہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ خلافت کی تعریف کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إن الخليفة هو الذي يقضي بكتاب الله، ويشفق على الرعية شفقة الرجل على أهله، فقال كعب الأحبار: صدق.[(۲)]

’’خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور (اپنی) رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔ یہ سن کر کعب الاحبار نے کہا: سلیمان نے سچ کہا۔‘‘

مندرجہ بالا تعریف کی تشریح کرتے ہوئے ابن تیمیہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) کہتے ہیں:

الوالي راع على الناس بمنزلة راعي الغنم.[(۳)]

’’جس طرح گڈریا بکریوں کی رکھوالی کرتا ہے اسی طرح سربراہِ حکومت رعایا کا راعی ہے۔‘‘

(۱) ۱۔أبو يوسف، كتاب الخراج: ۹
۲۔أبو عبيد، كتاب الأموال: ۱۱، رقم: ۶

(۲) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۱۳، رقم: ۱۲

(۳) ابن تيميه، السياسة الشريعة في إصلاح الراعي والرعية: ۱۶

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۵۔ ما من أمير يلي أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم وينصح إلا لم يدخل معهم الجنة.(۱)

’’جو آدمی مسلمانوں کے معاملے (حکومت) کا نگران بنے پھر ان کی بہتری کے لئے کوشش نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔‘‘

٦۔ ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصحه إلا لم يجد رائحة الجنة.(۲)

’’جس بندے کو رب ذو الجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا۔ پھر اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ (حکمران) جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔‘‘

۷۔ ما من عبد يسترعيه الله رعية يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة.(۳)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار، ۱: ۱۲٦، رقم: ۱۴۲
۲۔ طبراني، المعجم الکبير، ۲۰: ۲۲۵، رقم: ۵۲۴
۳۔ أبو عوانه، المسند، ۱: ۴۰، رقم: ۸۹

(۲) بخاري، الصحيح، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعية فلم ينصح، ٦: ۲٦۱۴، رقم: ٦۷۳۱

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۴۲
۲۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۱۷، رقم: ۲۷۹٦
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۳۴٦، رقم: ۴۴۹۵

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے کو رب ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور وہ اس حال میں مرتا ہے کہ قوم کا خیرخواہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔‘‘

منصف اور عادل حکمران کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۸۔ إن المقسطين عند الله على منابر من نور عن يمين الرحمٰن ﷻ وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم وأهليهم وما ولوا. (۱)

’’بے شک انصاف کرنے والے (حکام و امراء) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر اس کے داہنے ہاتھ پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلہ میں اپنے لوگوں میں اور اپنے زیرِحکومت امور میں عادل ہیں۔‘‘

۹۔ السلطان ولي من لا ولي له. (۲)

’’حکمران (یا حکومت) ہر اس آدمی کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔‘‘

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية، ۳: ۱۴۵۸، رقم: ۱۸۲۷
۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۳: ۴۶۰، رقم: ۵۹۱۶
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۳۹، رقم: ۳۴۰۳۵

(۲) ۱۔ترمذي، السنن، كتاب النكاح، باب ما جاء لا نكاح إلا بولي، ۳: ۴۰۷، رقم: ۱۱۰۲
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب النكاح، باب في الولي، ۲: ۲۲۹، رقم: ۲۰۸۳
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۹: ۳۸۶، رقم: ۴۰۷۵
۴۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۸۲، رقم: ۲۷۰۶

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ یہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام اور ان کی کفالت کا اہتمام کرے اور اس کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لائے جائیں۔ بقول امام ابن حزم (م ۴۵۶ھ):

فرض على الأغنياء من أهل كل بلد أن يقوموا بفقرائهم ويجبرهم السلطان على ذلک إن لم تقم الزكوات بهم ولا في سائر أموال المسلمين بهم فيقام لهم بما يأكلون من القوت الذي لابد منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل ذلک وبمسكن يكنهم من المطر والصيف والشمس وعيون المارة. (۱)

’’ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں اگر زکوۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کا مالِ فئی اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا ان (اہلِ حاجت) کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدرِ ضرورت غذا حاصل کر سکیں اور اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس وغیرہ بھی (حاصل کر سکیں) اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔‘‘

امام جصاص (م ۳۷۰ھ) سورۃ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قص الله تعالى علينا من قصة يوسف وحفظه للأطعمة في سني الجدب وقسمته على الناس بقدر الحاجة دلالة على أن على الائمة في كل عصر أن يفعلوا مثل ذلک إذا خافوا هلاک الناس من القحط. (۲)

---

(۱) ابن حزم، المحلی، ۶: ۱۵۶

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۳: ۱۷۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا جو قصہ سنایا ہے اور ان کے بارے میں قحط کے زمانے میں غذائی اشیاء کو محفوظ کر کے انسانوں میں بقدرِ ضرورت تقسیم کرنے کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ جب ان کو اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہو جائیں گے تو ایسا ہی طریقہ اختیار کریں۔‘‘

بحیثیت سربراہِ مملکت اسی احساسِ ذمہ داری کا مظاہرہ ہمیں خلفائے راشدین کے ہاں ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی سرکاری و حکومتی حیثیت کو ہمیشہ ایک امانت کی حیثیت دی اور عملاً بھی اس کا مظاہرہ کیا۔

۱۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال پوچھا کہ مجھے خلیفہ ہونے سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے۔ حساب کر کے بتایا گیا کہ چھ ہزار درہم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال میں جمع کروا دیا جائے۔ پھر فرمایا کہ اس دوران میرے مال میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ:

(۱) ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔

(۲) ایک اونٹنی جس پر پانی لایا جاتا ہے۔

(۳) ایک چادر جو چند درہم مالیت کی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفۂ وقت کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل میں یہ چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے:

رحمة الله علی أبي بکر لقد أتعب من بعده تعبًا شدیدًا.[۱]

(۱) ابن سعد، طبقات الکبری، ۳: ۱۹۲، ۱۹۳

”اللہ تعالیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت دشوار کر گئے ہیں۔“

۱۱۔ یہی عمل حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بطور امیر المؤمنین اپنی سرکاری حیثیت کا تعارف آپ رضی اللہ عنہ نے یوں کروایا:

ألا أخبركم بما استحل من مال الله؟ حلتين: حلة الشتاء والقيظ، وما احج عليه واعتمرمن الظهر، وقوت أهلي كرجل من قريش، ليس بأغناهم ولا بأفقرهم. ثم أنا رجل من المسلمين يصيبني ما يصيبهم.(۱)

”کیا میں تمہیں بتا نہ دوں کہ اللہ کے مال (بیت المال) میں سے میرے لئے کیا حلال (اور جائز) ہے؟ میرے لئے بیت المال میں سے دو جوڑے کپڑے ایک سردی کے لئے اور ایک گرمی کے لئے حج وعمرہ کے لئے ایک سواری اور ایک متوسط درجہ کے قریشی آدمی کے معیار کے مطابق اپنے اہل وعیال کی گزر بسر کے لئے خرچ حلال ہے۔ اس کے بعد بیت المال میں سے جو عام آدمی کو ملے، وہی مجھے ملے گا۔“

۱۲۔ عامۃ الناس کی کفالت کا آپ رضی اللہ عنہ کوکس حد تک اِحساس تھا اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

www.MinhajBooks.com

لئن بقيت ليبلغن الراعي بصنعاء نصيبه من هذا الفيء.(۲)

”اگر میں زندہ رہا تو اس مالِ فئی میں سے (ہر مسلمان حتی کہ) صنعاء (یمن) میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ (اور حق) پہنچے گا (یعنی لوگوں کو اپنے

(۱) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۴۱، رقم: ۶۶۳

(۲) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۲۵

حقوق کے لئے سرکاری عمال کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا)۔‘‘

۱۳۔ ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أما والله لئن بقيت لأرامل أهل العراق لأدعنهم لا يفتقرون إلى أمير بعدي.(۱)

’’بخدا اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیوگان کو اتنا خوشحال کر دوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی۔‘‘

۱۴۔ ایک موقع پر خطبے میں ارشاد فرمایا:

أيها الناس إن الله قد كلفني أن أصرف عنه الدعاء.(۲)

’’لوگو! اللہ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور جانے والی دعاؤں کو رد کروں (یعنی لوگوں کی معاشی مشکلات کو کم کروں)۔‘‘

۱۵۔ ایک موقع پر فرمایا:

ومن أراد أن يسأل عن المال فليأتني فإن الله تعالى جعلني له خازنًا وقاسمًا.(۳)

’’اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے (اپنے مال کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔‘‘

---

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۴۰

(۲) عز الدين بن عبد السلام، قواعد الأحكام فى مصالح الأنام، ۱: ۱۳۳

(۳) ۱۔ قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸: ۲۰

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۵۷، رقم: ۳۲۸۹۶

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۳۰۶، رقم: ۵۱۹۱

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۶: ۲۱۰، رقم: ۱۱۹۶۹

۱۶۔ اسی نوعیت کا طرزِ معیشت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی نظر آتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی بیت المال کو عوام کی امانت سمجھا اور اس میں سے ایک جبہ اور چادر کے سوا کچھ نہ لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لم يرزأ علی بن أبي طالب من بيت مالنا حتی فارقنا غير جبة محشوة وخميصة درا بجردية.(۱)

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہمارے بیت المال سے اپنی وفات تک ایک روئی بھرے جبہ اور سیاہ چوخانوں دار کپڑے کے سوا کچھ نہ لیا۔“

۱۷۔ اسی طرح ہارون ابن عنترہ نے اپنے باپ سے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جاڑے کا موسم تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر صرف ایک پھٹا پرانا قطیفہ (مخملی لبادہ) تھا جس میں آپ تھرتھر کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والوں کے لئے اس حال میں کچھ حق مقرر کیا ہے اور آپ اپنے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إني واللہ ما أرزأكم شيئًا، وما هي إلا قطيفتي التي اخرجتها من بيتي أو قال: من المدينة.(۲)

”واللہ! میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ یہ میرا وہی قطیفہ ہے جسے میں اپنے گھر سے، یا فرمایا: مدینہ سے لایا تھا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے وقت اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا تھے کہ احکامِ شریعت اس سے بہت زیادہ مال بطور خرچ لینے کی اجازت دیتے ہیں اور یہ ضروری قرار نہیں دیتے کہ خود کو ہر طرح کی آسائش سے محروم

---

(۱) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۴۴، رقم: ۶۷۰

(۲) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۴۴، رقم: ۶۷۱

رکھ کر روکھے سوکھے پر قناعت کرتے ہوئے ایک زاہدانہ زندگی گزار دی جائے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس وقت مسلمانوں کے ایک عام فرد کی حیثیت سے بیت المال سے ان کا اچھا خاصا حصہ تھا جو وہ لے سکتے تھے۔ نیز یہ بھی کہ بحیثیت ایک حاکم کے جو عوام کی خدمت کے لئے وقف ہو، ان کا حصہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ چاہتے تو اتنا معاوضہ لے سکتے تھے جتنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض ممالک کے والیوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا والی بنایا تو ان کے اور ان کے معاونین کے لئے چھ ہزار درہم ماہانہ مقرر کئے اور عام افراد کی طرح جو عطاء ان کے حصہ میں آتی تھی وہ علیحدہ تھی۔ ابو عبید (م ۲۲۴ھ) لکھتے ہیں:

أن عمر جعل عطاء عمار بن ياسر ستة آلاف.[1]

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لئے چھ ہزار (درہم) مقرر کئے۔“

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں لوگوں کی تعلیم اور بیت المال کی نگرانی پر مامور کیا تو سو درہم ماہانہ اور چوتھائی بکری روزانہ مقرر کیا۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے لئے اس سالانہ عطاء کے علاوہ جو پانچ ہزار درہم کے بقدر تھی، چوتھائی بکری روزانہ اور ڈیڑھ سو درہم ماہانہ مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ جو کچھ کیا وہ ان باتوں سے ناواقف رہتے ہوئے نہیں کیا۔ دراصل وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ حاکم نمونہ بنتا ہے اور اس پر شک کی بھی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ چونکہ خزانۂ عام اس کے تحت ہوتا ہے اس لیے اس پر اس میں خرد برد کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے والیوں اور اپنی عام رعایا کے لئے احتیاط و پرہیزگاری کا نمونہ بنتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے نفس کو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے طریقوں کا پابند بنایا، جو لوگ اللہ کے دین میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب مقرر ہوتے

(۱) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۰۱، رقم: ۵۷۷

تھے ان کے لئے یہ اونچا معیار ہی موزوں تھا۔

۱۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی اسے آپ رضی اللہ عنہ نے بیعتِ خلافت کے بعد اپنے خطبہ میں یوں بیان فرمایا:

إلا أن أكون عليكم ألا وإنه ليس لي أمر دونكم إلا أن مفاتيح مالكم معي ألا وإنه ليس لي أن آخذ منه درهمًا دونكم رضيتم. (۱)

”لوگو! میں صرف ایک شرط پر تمہارا خلیفہ بنوں گا کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔“

۱۹۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عطا کردہ زمینوں، جاگیروں اور انعام و اکرام کے طور پر دیئے گئے مال کو بیت المال میں واپس لائے اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واﷲ لو وجدته قد تزوجه به النساء، وتملك به الإماء، لرددته، فإن في العدل سعة، ومن ضاق عليه العدل، فالجور عليه أضيق. (۲)

”خدا کی قسم! اگر میں کسی مال کو اس حالت میں پاتا کہ اس کے ذریعے عورتوں سے شادی کی جا چکی ہے، لونڈیاں خریدی جا چکی ہیں (یا اس مال کو مختلف ملکوں میں پھیلایا جا چکا ہے) تو بھی میں اسے واپس لاتا کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس کے لئے حق تنگ ثابت ہو اس کے لئے ظلم و جور اور زیادہ تنگ ہوتا ہے۔“

۲۰۔ لوگوں کی کفالت اور ان پر خرچ کرنے کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کے معمول کو

(۱) طبري، تاريخ الأمم والملوك، ۳: ۱۵۲

(۲) سيدنا علي المرتضى رضی اللہ عنہ، نهج البلاغه: ۵۲

حضرت موسیٰ ابن طریف رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

دخل علي بيت المال فاضرط به، ثم قال: لا أمسي وفيک درهم. ثم أمر رجلًا من بني أسد فقسمه، حتی أمسی.(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں داخل ہوئے اور انہوں نے اسے بے وقعت سی چیز سمجھتے ہوئے کہا: میں شام ہونے سے پہلے پہلے تیرے اندر ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑوں گا پھر انہوں نے بنی اسد کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس مال کو تقسیم کر دے اور اس نے وہ مال تقسیم کر دیا حتی کہ شام ہوگئی۔‘‘

مختلف طبقاتِ معاشرہ کی کفالت

قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی نظامِ معیشت کے تحت معاشرے میں کوئی بھی طبقہ ایسا نہیں رہنا چاہئے جسے معاشی کفالت کی ضرورت ہو اور وہ معاشی کفالت نہ پا سکے، ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَکُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○(۲)

’’وہ تو (دینِ حق اور عملِ خیر کی) دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا ○ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ (دینِ حق کے مجاہدہ کی) گھاٹی کیا ہے ○ وہ (غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے ○ یا بھوک والے دن (یعنی قحط و اَفلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطّل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے) ○ قرابت دار یتیم کو ○ یا شدید غربت کے مارے ہوئے محتاج کو جو محض خاک نشین (اور

(۱) أبو عبيد، کتاب الأموال: ۳۴۴، رقم: ۲۷۲

(۲) البلد، ۹۰: ۱۱۔۱۶

بے گھر) ہےo"

۲۔ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ ط اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًاo(۱)

"اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بُری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر کھایا کرو، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہےo"

۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًاo(۲)

"بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گےo"

قرآن مجید نے نہ صرف یتیموں کے مالی حقوق کی ادائیگی پر زور دیا بلکہ ان کے احترام اور معاشرے میں انہیں باعزت مقام عطا کرنے کی بھی بار بار تلقین کی تاکہ ان میں کسی قسم کا احساسِ کمتری پیدا نہ ہو، یہ صرف اسلام کا امتیاز ہے کہ یتیم کی توہین اور ازرہِ حقارت اسے نظر انداز کرنے کو قرآن حکیم نے براہِ راست دین کی تکذیب قرار دیا:

۴۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِo فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَo(۳)

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟o تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)o"

دوسرے مقام پر یتیموں کے حقوق کی تائید کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے

(۱) النساء، ۴: ۲

(۲) النساء، ۴: ۱۰

(۳) الماعون، ۱۰۷: ۱، ۲

آپ ﷺ کے اس دور کا تذکرہ بھی فرمایا جب آپ ﷺ دورِ یتیمی سے عملاً خود گزرے، دراصل اس تذکرے سے مقصود مخاطب کو اس مظلوم اور بے یار و مددگار طبقے کی تکالیف اور مصائب کا احساس دلانا ہے:

۵۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ○[1]

”(اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزّز و مکرّم) ٹھکانا دیا○ اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا○ اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذتِ دید سے نواز کر ہمیشہ کے لئے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا○ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں○ اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں○“

۱۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اس طرزِ عمل یعنی بے یار و مددگار اور بے سہاروں کی کفالت سے عبارت ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائے وحی میں یہی بات کہہ کر آپ ﷺ کو تسلی دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائے گا کیونکہ:

تحمل الكل وتكسب المعدوم.[2]

”آپ بے یار و مددگار اور بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے اور ناداروں کو کما کر

---

(۱) الضحى، ۹۳: ۶-۱۰

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۱: ۴، رقم: ۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۱: ۱۴۱، رقم: ۱۶۰

۳۔أبو عوانه، المسند، ۱: ۱۰۳، رقم: ۳۲۸

عنایت فرماتے ہیں۔‘‘

۲۔ آپ ﷺ کے اسی معمول مبارکہ کی طرف حضرت ابو طالب نے یوں اشارہ کیا:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للأرامل[1]

(وہ گورے چہرے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا ماوی اور فریادرس وہ بیواؤں اور مساکین کا سرپرست اور حامی و محافظ۔)

۳۔ بشیر بن عقبہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ احد کے دن حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ! میرے باپ کا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا ہے۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ یہ سن کر میں رونے لگا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے پکڑا اور میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا اور فرمایا:

أما ترضى أن أكون أنا أبوك وعائشة أمك.[2]

’’اے بشیر! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ تیری ماں

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۳
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الدعاء في الاستسقاء، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۲۷۲

(۲) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۴۷۵، رقم: ۱۱۰۴۴
۲۔ بخاري، التاريخ الكبير، ۲: ۷۸، رقم: ۱۷۵۱
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۱
۴۔ تميمي، الثقات، ۳: ۳۱، رقم: ۱۰۱

ہیں۔‘‘

۴۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! میرے باپ آپ پر قربان میں ایک یتیم لڑکا ہوں۔ میری ایک بہن اور بیوہ ماں ہے (ہم مفلوک الحال اور کئی دن سے بھوکے ہیں۔) لہٰذا اپنے مال میں سے ہمیں کھانا عنایت فرمایئے، اس کھانے کے بدلے میں اللہ آپ کو کھلائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کی مؤدبانہ گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ہمارے گھر جاؤ وہاں سے کھانے کے لئے جو کچھ ملے میرے پاس لے آؤ۔ وہ لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے اکیس عدد کھجوریں لے آیا اور لا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کھجوروں پر پھونک ماری اور برکت کی دعا کی پھر فرمایا: بیٹا! یہ سات کھجوریں تیرے لئے، سات تیری ماں کے لئے اور سات تیری بہن کے لئے ہیں صبح شام ایک ایک کھا لیا کرو۔

یہ لڑکا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹھ کر باہر آیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی کہ اللہ کریم تمہارے حالات بہتر بنائے اور تمہیں اپنے باپ کا خلیفہ بنائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بچے پر رحمت کے جذبے کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والذي نفس محمد بيده لا يلي أحد من المسلمين يتيمًا فيحسن ولايته إلا جعل الله له بكل شعرة درجة وأعطاه بكل شعرة حسنة وكفر عنه بكل شعرة سيئة.(۱)

(۱) ۱۔ بزّار، المسند، ۸: ۳۰۱، رقم: ۳۳۷۵
۲۔ حارث، المسند، ۲: ۸۵۲، رقم: ۹۰۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

''اوراس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جان ہے جو مسلمان کسی یتیم بچے کی اچھی طرح کفالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یتیم کے ہر بال کے بدلے اس کا درجہ بلند کرتا ہے ہر بال کے بدلے اسے ایک نیکی عطا کرتا اور ہر بال کے بدلے اس کی ایک خطا معاف کرتا ہے۔''

اسلامی معاشرے میں کمزور و نادار اور فقراء و مساکین کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کی روش پر خلفائے راشدین بھی کاربند رہے اور افرادِ معاشرہ کو خوشگوار زندگی کی فراہمی کے لئے جملہ وسائل و ذرائع اختیار کرتے رہے جو آج بھی موجودہ حالات کے مطابق رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے قریب ایک جگہ ربذۃ (چراہ گاہ) کوخرید کرسرکاری ملکیت بنا دیا اور اسے مسلمانوں کے چوپاؤں کے لئے وقف کر دیا۔ اس پر فقراء و مساکین اور کم آمدنی والے افراد کا حق سب سے فائق رکھا تا کہ وہ اس مفت چراگاہ کو اپنی حیوانی دولت و آمدن میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیں اور حکومت سے کسی قسم کی امداد و اعانت کے محتاج نہ رہیں۔ آپ نے ایک شخص کو اس چراگاہ کا نگران مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

اضمم جناحک عن الناس، واتق دعوة المظلوم، فإنها مجابة وأدخل رب الصريمة والغنيمة، ودعني من نعم ابن عفان، ونعم ابن عوف، فإنهما إن هلكت ماشيتهما رجعا إلى نخل وزرع، وأن هذا المسكين إن هلكت ماشيته جاء يصرخ يا أميرالمؤمنين! أفالكلأ أهون علي أم غرم الذهب والورق؟[1]

۳۔ بیهقي، شعب الإيمان، ۷: ۴۷۴، رقم: ۱۱۰۴۲

۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۱

(۱) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۷۶، رقم: ۷۴۱

’’لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور مظلوم کی بدعا سے ڈرو کیونکہ وہ مستجاب ہے اور تھوڑے اونٹوں اور تھوڑی بکریوں والوں کو چراگاہ میں داخلے کی اجازت دو اور ابن عفان اور ابن عوف کے چوپاؤں (یعنی امت کے امیر لوگوں) کو رہنے دو۔ کیونکہ ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے دوسرے کھیتوں اور نخلستانوں کی طرف پلٹ جائیں گے (یعنی ان کی آمدن کے ذرائع اور جائیدادیں کثیر ہیں) اور یہ مسکین (جو محروم المعیشت ہیں) اگر مال مویشی سے محروم ہو گئے تو وہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر میرے پاس آ کر دہائی دیں گے کہ اے امیر المؤمنین! (ہماری مدد کریں)۔ کیا میں ان بچوں کو چھوڑ دوں؟ لہٰذا ان کے لئے گھاس پھوس (ذرائع معیشت) مہیا کرنا سیم و زر کی قدر سے زیادہ آسان ہے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے درج ذیل احکامات سامنے آتے ہیں:

(۱) مسلمان حکومت کے لئے لازم ہے کہ وہ قلیل آمدنی والے افرادِ معاشرہ کا خاص طور پر خیال رکھے اور انہیں ایسے معاشی مواقع فراہم کرے کہ وہ معاشی محرومی سے نکل آئیں، چاہے اس کے لئے دولت مند افراد کو کچھ عرصہ کے لئے کچھ وسائل سے محروم ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

(۲) اسلامی حکومت کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اس کے پاس ذرائع آمدنی نہ ہوں اور حصولِ رزق کا کوئی ذریعہ نہ رہے تو وہ اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کی کفالت کے لئے اسلامی حکومت سے مطالبہ کرے، اور حکومت کو بھی اس کا مطالبہ پورا کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(۳) اسلامی حکومت اس طرح کی معاشی پالیسی اختیار کرے کہ محروم المعیشت افرادِ معاشرہ کو روزگار اور ذرائع آمدنی میسر آ سکیں اور وہ حکومتی امداد و اعانت سے مستغنی ہو کر معاشی استحکام حاصل کر سکیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

’’گھاس پھونس مہیا کرنا میرے لئے سیم وزر مہیا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔‘‘

٦۔ اسلامی ریاست پر صرف مسلمان شہریوں کی کفالت کی ذمہ داری ہی عائد نہیں ہوتی بلکہ غیر مسلم رعایا کو بھی وہی مقام حاصل ہے جو مسلم رعایا کو۔ اسوۂ فاروقی سے اس امر کی رہنمائی بھی ملتی ہے:

مرّ عمر بن الخطاب ﷺ بباب قوم وعليه سائل يسأل، شيخ كبير ضرير البصر، فضرب عضده من خلفه وقال: من أيّ أهل الكتاب أنت؟ فقال: يهودي. قال: فما ألجاك إلى ما أرى؟ قال: أسئل الجزية والحاجة والسن. قال: فأخذ بيده وذهب به إلى منزله فرضخ له بشيء من المنزل ثم أرسل إلى خازن بيت المال. فقال: انظر هذا وضرباءه، فوالله ما أنصفناه أن أكلنا شبيبته ثم نخذله عند الهرم.(١)

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر کسی کے دروازہ پر ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا وہ ایک بوڑھا آدمی تھا جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کس اہل کتاب سے ہو؟ اس نے کہا: یہودی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بڑھاپے، ضرورت مندی اور جزیہ کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر میں سے اسے کچھ لا کر دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے نگران کو بلایا اور فرمایا: اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو کیونکہ خدا کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے (جزیہ وصول کر کے) کھائیں اور بڑھاپے

(١) أبو يوسف، كتاب الخراج: ١٣٦

میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔‘‘

۷۔ سفرِ شام سے واپسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ان لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ سرکاری کارندوں نے بتایا: ان کے ذمے جزیہ ہے جسے انہوں نے ادا نہیں کیا اس لئے انہیں یہ سزا دی جا رہی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا عذر پیش کرتے ہیں؟ سرکاری کارندوں نے بتایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں: ہمارے پاس جزیہ کی رقم نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان بیچاروں کو چھوڑ دو، انہیں ایسی چیز کی تکلیف نہ دو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

لا تعذبوا الناس فإن الذين يعذبون الناس في الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة.[۱]

’’لوگوں کو بلا وجہ عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ بلا وجہ کسی کو عذاب دیں گے بروز قیامت اللہ انہیں عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔‘‘

معاشی کفالت کا دائرہ کار

ایک اسلامی ریاست میں ان تمام بنیادی لوازمات کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے جن پر زندگی کے قیام و استحکام کا انحصار ہے۔ موجودہ دور کے لحاظ سے ان بنیادی ضروریاتِ زندگی کو سات حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حقِ خوراک	۲۔ حقِ لباس
۳۔ حقِ رہائش	۴۔ حقِ ذریعہ معاش (روزگار)
۵۔ حقِ تعلیم	۶۔ حقِ علاج

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۳۵

۷۔حقِ انصاف

ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

۱۔حقِ خوراک

خوراک انسان کی وہ بنیادی ضرورت ہے جس کی فراہمی کے بغیر زندگی کے قیام و بقا کا کوئی امکان نہیں۔ اس بنیادی خدمت کی فراہمی کی جہاں قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر مختلف انداز سے تلقین فرمائی ہے وہاں آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی ہمیں اس کے عملی نمونے ملتے ہیں۔

۱۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں اور ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا پریشانی میں آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے، پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، خطبے میں آپ ﷺ نے سورۃ النساء کی پہلی آیت کریمہ - ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ج وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ○ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے ○)﴾ - اور سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۸ - ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے)﴾ - پڑھ کر لوگوں کو اپنے غریب، مفلس اور حاجت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی کو چاہیے کہ اگر اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درہم ہو، ایک ہی کپڑا ہو، ایک ہی صاع گندم ہو یا ایک صاع کھجور ہو تو بھی اس میں سے صدقہ کرے حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپ ﷺ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کر گئے اور دھڑا دھڑ حسبِ توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف کھانے اور کپڑے کے ڈھیر لگ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جذبۂ ہمدردی کو دیکھ کر آپ ﷺ کو اتنی مسرت ہوئی کہ بقول راوی:

رأيت وجه رسول الله ﷺ يتهلل كأنه مذهبة.(۱)

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا کہ وہ چمکتا ہوا سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔“

۲۔ حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر و فاقہ اور سخت بھوک نے میرے دو ساتھیوں اور مجھے آ لیا اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ جب اور کوئی سبیل نظر نہ آئی تو ہم نے سوچا کہ اصحابِ رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں مگر وہاں بھی افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بھی ہمیں اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۲: ۳۹، رقم: ۲۳۳۵

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۳۲۸، رقم: ۲۳۷۲

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴: ۱۷۵، رقم: ۷۵۳۰

خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے، آپ ﷺ کے ہاں چار بکریاں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

احلبهن يا مقداد، وجزئهن أربعة أجزاء، وأعط كل إنسان جزءًا، فكنت أفعل ذلک. (۱)

’’اے مقداد! ان (چاروں بکریوں کا) دودھ دھو لو اور پھر ان کے (دودھ) کو چار اجزاء میں تقسیم کر لو اور ہر فرد کو ایک ایک حصہ دے دو، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرجت يومًا من بيتي إلى المسجد لم يخرجني إلا الجوع فوجدت نفرًا من أصحاب رسول الله ﷺ فقالوا: يا أبا هريرة! ما أخرجک هذه الساعة؟ فقلت: ما أخرجني إلا الجوع. فقالوا: نحن والله ما أخرجنا إلا الجوع، فقمنا فدخلنا على رسول الله ﷺ فقال: ما جاء بكم هذه الساعة؟ فقلنا: يا رسول الله! جاء بنا الجوع. قال: فدعا رسول الله ﷺ بطبق فيه تمر فأعطى كل رجل منا تمرتين فقال: كلوا هاتين التمرتين واشربوا عليهما من الماء فإنهما ستجزيانكم يومكم هذا، قال أبو هريرة: فأكلت تمرة وجعلت تمرة في حجرتي، فقال رسول الله ﷺ: يا أبا هريرة! لم رفعت هذه التمرة؟ فقلت: رفعتها لأمي فقال: كلها فإنا سنعطيک لها تمرتين، فأكلتها فأعطاني لها تمرتين. (۲)

---

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۵: ۳۳۸

(۲) ۱۔ ابن سعد، طبقات الكبرى، ۴: ۳۲۹

۲۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۲: ۵۹۲

’’ایک دن مجھے بھوک نے ستایا تو میں مجبوراً گھر سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف نکل پڑا راستے میں چند صحابہ کرام ﷺ سے بھی ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے: ابو ہریرہ! اس وقت کدھر کا قصد ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اس وقت بھوک نے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ کہنے لگے: بخدا ہمارا بھی یہی معاملہ ہے۔ ہمیں بھی بھوک ہی نے گھروں سے نکالا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب مل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس وقت تم سب کیسے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت بھوک ہمیں آپ ﷺ کے پاس لائی ہے۔ (آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کا کوئی تاثر نظر نہیں آیا بلکہ) آپ ﷺ نے فوراً کھجوروں کا ایک طبق منگایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: یہ کھا لو اور اوپر سے پانی پی لو یہ آج تمہارے لئے کافی ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھا لی اور دوسری بچا کر اپنی گود میں رکھ لی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: ابو ہریرہ! تم نے یہ کھجور کیوں بچا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا: اپنی والدہ کے لئے۔ فرمایا: تم کھاؤ تمہاری والدہ کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ وہ کھجور میں نے کھا لی اور والدہ کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید دو کھجوریں دے دیں۔‘‘

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لكثرة من يغشاه وأضيافه وقوم يلزمونه لذلک فلا يأكل طعامًا أبدًا إلا ومعه أصحابه وأهل الحاجة يتتبعون من المسجد.[۱]

’’کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے (آپ کے ہاں

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۴۰۹

فاقہ کی کیفیت رہتی) آپ ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ ﷺ اور وہ اہلِ حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد سے آپ ﷺ کے پیچھے آ جاتے۔‘‘

۵۔ حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أتيت النبي ﷺ لما هاجرت وذلک قبل أن أسلم فحلب لي شويهة کان يحتلبها لأهله فشربتها فلما أصحبت أسلمت وقال عيال النبي ﷺ : نبيت الليلة کما بتنا البارحة جياعًا. (۱)

’’میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے اسی بکری کا دودھ دھو کر مجھے پلایا جس کا دودھ گھر والوں کو ملا کرتا تھا آپ ﷺ کے گھر والے کہنے لگے کہ آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزاری تھی۔ آپ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار دیکھ کر صبح ہوتے ہی ابو بصرہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔‘‘

۶۔ ضرورت مندوں کی کفالت کے لئے نہ صرف آپ ﷺ خود بلکہ پورا گھرانۂ نبوت اکثر اوقات فاقہ کشی کرتا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ يبيت الليالي المتتابعة طاويًا وأهله لا يجدون عشاء وکان أکثر خبزهم خبز الشعير. (۲)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۹۷، رقم: ۲۷۲۶۹

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۳۱

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ وأهله، ۴: ۵۸۰، رقم: ۲۳۶۰

’’حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں متواتر بھوکے رہ جاتے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں جب بھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی روٹی ہوتی۔‘‘

حقِ خوراک کی فراہمی کا اہتمام نہ صرف آپ ﷺ کی انفرادی زندگی میں بکثرت نظر آتا ہے بلکہ قومی زندگی میں بھی قوانین کے نفاذ کے وقت آپ ﷺ نے اس حق کی کماحقہ ادائیگی کو ملحوظ رکھا اور جہاں کہیں اس اساسی حق کی وجہ سے شرعی قوانین کے نفاذ کا معاملہ درپیش ہوا تو آپ ﷺ نے اولاً لوگوں کے لئے حقِ معاشرہ کی فراہمی کو ترجیح دی۔

۷۔ حضرت عباد بن شرجیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أصابتني سنة فدخلت حائطاً من حيطان المدينة، ففركت سنبلاً، فأكلت وحملت في ثوبي، فجاء صاحبه فضربني وأخذ ثوبي فأتيت رسول الله ﷺ فقال له: ما علمت إذ كان جاهلاً ولا أطعمت إذ كان جائعًا أو قال: ساغبًا. وأمره فرد عليّ ثوبي وأعطاني وسقًا أو نصف وسق من طعام. (۱)

’’ایک مرتبہ قحط نے مجھے آ لیا تو میں مدینے کے ایک باغ میں داخل ہو گیا اور

.... ۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب خبز الشعير، ۲: ۱۱۱۱، رقم: ۳۳۴۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵، رقم: ۲۳۰۳

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في بن السبيل يأكل من التمر ويشرب من اللبن إذا مرّ به، ۳: ۳۹، رقم: ۲۶۲۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب من مرّ على ماشية القوم هل يصيب منه، ۲: ۷۷۰، رقم: ۲۲۹۸

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۱۴۸، رقم: ۷۱۸۲

ایک خوشہ توڑ کر پہلے خود کھایا اور پھر کچھ (اپنے اہلِ خانہ کے لئے) اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ اتنے میں باغ کا مالک آ گیا۔ اس نے ایک تو میری پٹائی کی اور پھر وہ پھل جو میں نے کپڑے میں باندھ رکھے تھے، اپنے قبضے میں لے لئے۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے (سارا واقعہ سننے کے بعد مجھے کوئی سزا دینے کی بجائے) اسے فرمایا: جب یہ بیچارہ جاہل تھا تو تُو نے اسے تعلیم کیوں نہ دی۔ جب یہ بیچارہ بھوکا تھا تو اسے کھانے کو کیوں نہ دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ اس کا کپڑا اسے واپس کر دو چنانچہ اس نے مجھے کپڑا واپس کر دیا اور آپ ﷺ کے حکم سے مجھے وسق (ایک اونٹ کا بوجھ) یا نصف وسق غلہ بھی دیا۔‘‘

آپ ﷺ نے نہ صرف شرعی قوانین کے نفاذ میں لوگوں کے معاشی مسائل کو مستحضر رکھا بلکہ عبادات میں بھی معاشی تنگی کا لحاظ رکھا۔ جس سے اسلام کی عطا کردہ نظریۂ حیات میں انسان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جاء رجل إلی رسول اللہ ﷺ فقال: هلكت، فقال: وما ذاک؟ قال: وقعت بأهلي في رمضان، قال: تجد رقبة؟ قال: لا، قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال: لا، قال: فتستطيع أن تطعم ستين مسكينًا؟ قال: لا، قال: فجاء رجل من الأنصار بعرق والعرق المكتل فيه تمر، فقال: اذهب بهذا فتصدق به، قال: علی أحوج منّا يا رسول الله! والذي بعثک بالحق ما بين لابتيها أهل بيت أحوج منّا، وفي رواية فضحک النبي ﷺ حتی

بدت أنيابه، ثم قال: أطعمه أهلک.(۱)

''ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے عرض کی: میں رمضان المبارک کے روزے میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس اتنا مال ہے جس سے کفارہ میں ایک غلام آزاد کر سکے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: پھر بیٹھ جا۔ اتنے میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا کسی نے لا کر خدمتِ نبوی ﷺ میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا یہ ٹوکرا لے جا اور اسے فقراء پر صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وادی میں ہم سے بڑھ کر ضرورت مند گھر کوئی نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: جا اپنے خانہ کو ہی یہ کھجوریں کھلا دے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر مہاجرین جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الهبة وفضلها، باب إذا وهب هبة فقبضها الآخر ولم يقل قبلت، ۲: ۹۱۸، رقم: ۲۴۶۰

۲۔ بخاري، الصحيح، کتاب الصوم، باب إذا جامع في الرمضان ولم يکن له شيء فتصدق عليه فليکفر، ۲: ۶۸۴، رقم: ۱۸۳۴

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع في النهار رمضان علی الصائم، ۲: ۷۸۱، رقم: ۱۱۱۱

۴۔ ترمذي، السنن، کتاب الصوم، باب ما جاء في کفارة الفطر في رمضان، ۳: ۱۰۲، رقم: ۷۲۴

اس وقت ان کو جو مسائل درپیش تھے ان میں سے ایک پانی کا مسئلہ بھی تھا۔ پورے شہر میں بئرِ رومہ کے علاوہ کہیں پانی نہ تھا۔ مگر اس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے ذریعہ معاش بنایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے مخیّر حضرات کو مسلمانوں کے لئے اس کی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

٩۔ من يشتري بئر رومة فيجعل دلوه مع دلاء المسلمين بخير له منها في الجنة. (١)

”جو آدمی اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اس سے کہیں بہتر کنواں عطا کرے گا۔“

یہ سعادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میسر آئی کہ آپ رضی اللہ عنہ وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنے پر تیار ہو گئے مگر کنویں کا مالک نصف حصہ فروخت کرنے پر آمادہ ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم کے عوض نصف کنواں خرید لیا اور یہ شرط طے پائی کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہو گی اور دوسرے دن یہودی کی۔ اس طرح جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے کہ دو دن تک کے لئے وہ پانی کافی ہوتا۔ جب یہودی نے دیکھا کہ اس طرح خاطر خواہ نفع حاصل نہیں ہو رہا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر تیار ہو گیا۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقی نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

یہی عمل ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

---

(١) ١۔ ترمذي، السنن، كتاب المناقب، باب في مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ٥: ٦٢٧، رقم: ٣٧٠٣

٢۔ نسائي، السنن، كتاب الأحباس، باب وقف المساجد، ٦: ٢٣٥، رقم: ٣٦٠٨

٣۔ حلبي، السيرة الحلبية، ٢: ٢٦٨

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی رعایا کی خدمت اور ان کی ضروریات کا کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے:

۱۰۔ أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان يتعاهد عجوزاً كبيرة عمياء في بعض حواشي المدينة من الليل فيستسقى لها ويقوم بأمرها، وكان إذا جاءها وجد غيره قد سبقه إليها فأصلح ما أرادت، فجاءها غير مرة فلا يسبق إليها، فرصده عمر، فإذا هو بأبي بكر الصديق الذي يأتيها وهو خليفة، فقال عمر: أنت لعمري.(۱)

’’مدینہ کے اطراف میں ایک نابینا بڑھیا تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روزانہ علی الصبح اس کے جھونپڑے میں جا کر اس کے لئے پانی اور دیگر ضروری خدمات انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی شخص ان سے بھی پہلے آ کر یہ کام کر جاتا تھا ایک روز تحقیق کی غرض سے آپ کچھ رات گزرنے کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ خلیفۂ اوّل یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس ضعیفہ کی خدمت گزاری سے فارغ ہوکر اس کے جھونپڑے سے نکل رہے تھے۔ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بولے: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قسم ہے کیا آپ ہی روزانہ یہ کام کر جاتے ہیں۔‘‘

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس بات کا سخت اہتمام کر رکھا تھا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقے میں مبتلا نہ ہو۔ ملک میں جس قدر اپاہج یا مفلوج ہوں، ان کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں آدمی ایسے تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ خوراک کی مقدار کو متعین کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ۳۰ افراد کے لئے دو وقت کا کھانا تیار کرایا اور یوں یومیہ خرچ کا اندازہ لگا کر ان کے وظائف

(۱) هندي، كنز العمال، ۱۲: ۴۹۰ رقم: ۳۵۶۰۷

مقرر کر دیئے۔ ابو عبید (م۲۲۴ھ) لکھتے ہیں:

۱۱۔ **أن عمر رضی الله عنه أمر بجريب من طعام فعجن، ثم خبز ثم ثرد بزيت، ثم دعا عليه ثلاثين رجلاً، فأكلوا من غداءهم حتى أصدرهم، ثم فعل بالعشاء مثل ذلک، وقال يكفي الرجل جريبان كل شهر، فكان يرزق الناس: المرأة، والرجل، والمملوک: جريبين كل شهر.** (۱)

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جریب (تقریباً ۲۵ سیر) آٹا گوندھنے کا حکم دیا پھر اس کی روٹیاں پکوائیں اور ان روٹیوں کو زیتون کے تیل میں چور کر ثرید بنوایا۔ بعد ازاں تیس آدمیوں کو بلا کر دوپہر کو انہیں وہ ثرید کھلایا اور انہیں واپس بھیج دیا پھر شام کے کھانے پر بھی ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں کہنے لگے: فی کس ماہانہ خوراک کے لیے دو جریب غلہ کافی ہے۔ چنانچہ ہر فرد (مرد، عورت اور غلام) کا دو دو جریب غلہ ماہوار مقرر کر دیا گیا۔‘‘

۱۲۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پیمانہ ہاتھ میں لے کر فرمایا:

إني قد فرضت لكل نفس مسلمة في كل شهر مدى حنطة وقسطي خل، وقسطي زيت، فقال رجل: والعبيد؟ فقال عمر: نعم، والعبيد. (۲)

’’میں نے ہر مسلمان کے لئے فی ماہ دو مد گیہوں، دو قسط سرکہ اور دو قسط زیتون کا تیل مقرر کر دیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: کیا غلام کے لئے بھی؟

(۱) ۱۔ أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۱۴، رقم: ۶۱۲
۲۔ بلاذري، فتوح البلدان: ۴۴۶

(۲) ۱۔ أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۱۴، رقم: ۶۱۳
۲۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۴۴۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں غلام کے لئے بھی۔"

۱۳۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بلاتخصیصِ مذہب جاری کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے عامل کو ہدایت لکھی:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ والفقراءهم المسلمون، وهذا من المساكين من أهل الكتاب.(۱)

"ربّ ذوالجلال کے فرمان: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (بیشک صدقات فقراء و مساکین کے لئے ہیں) میں فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہلِ کتاب مراد ہیں۔"

۱۴۔ مملکت کے عام شہریوں کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہتمامات کا یہ عالم تھا کہ ابن سعد (۱۶۸۔ ۲۳۰ھ) نے لکھا ہے:

اتخذ عمر دار الرقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبيب وما يحتاج إليه يعين به المنقطع به والضيف ينزل بعمر ووضع عمر في طريق السبل ما بين مكة والمدينة ما يصلح من ينقطع به.(۲)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سٹور یا لنگر خانہ بنوایا جس میں آٹا، جو، کھجور، پنیر اور دیگر ضروریات کی چیزیں رکھوائیں۔ جس سے آپ مسافروں اور بھولے بھٹکوں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان راستے میں سرائیں بنوائیں جہاں مسافر آکر آرام کرتے تھے۔"

۱۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نومولود بچوں کے حقِ خوراک کو سمجھتے ہوئے ان کے لئے بھی

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۳۶
(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۳: ۲۸۳

وظیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

كان عمر لا يفرض للمولود حتى يفطم قال: ثم أمر منادياً فنادى: لا تعجلوا أولادكم عن الفطام، فإنا نفرض لكل مولود في الإسلام، قال: وكتب بذلك في الآفاق بالفرض لكل مولود في الإسلام.(۱)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نومولود بچے کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے تھے جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑا دیا جاتا، راوی کہتے ہیں: لیکن بعد میں انہوں نے منادی کرا دی کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، ہم ہر مسلمان بچے کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کا وظیفہ جاری کریں گے۔ یہی حکم انہوں نے تمام اسلامی مملکت میں بھیج دیا کہ مسلمان کے ہر بچے کا اس کی پیدائش سے ہی وظیفہ مقرر کر دو۔''

۱۶۔ ۱۸ھ میں مدینہ اور اس کے اطراف واکناف میں مشہور قحط پڑا جس کی وجہ سے اس سال کا نام تاریخِ اسلام میں ''عام الرمادہ'' پڑ گیا۔ اسلامی ریاست کے لئے یہ ایک آزمائش کا موقع تھا۔ اس موقع پر جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کمال احساسِ ذمہ داری سے عامۃ الناس کی مشکلات دور کرنے کے لئے تگ ودو کی وہ مسلمان حکمرانوں کے لئے ہمیشہ ایک نمونہ رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں غذائی اجناس کی عام تقسیم کی اور سرکاری طور پر ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکوا کر دونوں وقت کھلانے کا انتظام کیا۔ مصر و شام اور دوسرے علاقوں سے غلہ، آٹا، چربی، تیل اور دوسری اشیائے ضرورت منگوائیں۔ ہزاروں کی تعداد میں مویشی اور اونٹ باہر سے منگوا کر ذبح کروائے اور پورے قحط زدہ علاقے میں اعلان کروا دیا کہ باہر سے آنے والے ان سرکاری قافلوں سے ضرورت کے

(۱) ۱۔ أبو عبيد، كتاب الأموال: ۳۰۲، رقم: ۵۸۳

۲۔ بلاذري، فتوح البلدان: ۴۴۵

مطابق چیزیں لے لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قحط کا مقابلہ جنگی بنیادوں پر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ذاتی طور پر تمام انتظامات کی نگرانی کی اور اس حد تک ہر انتظام کو انجام دیا کہ لوگ کہہ رہے تھے:

لولم يرفع الله المحل عام الرمادة لظننا أن عمر يموت همًا بأمر المسلمين. (۱)

’’اگر اللہ عام الرمادہ میں قحط دور نہ کرتا تو ہمیں اندیشہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اس مسئلہ میں فکر کرتے کرتے مر جاتے۔‘‘

۱۷۔ أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مرّ برجل وهو يأكل بشماله وعمر يقوم على الناس وهم يأكلون فقال له: كل بيمينك يا عبد الله! قال: إنها مشغولة، ثم مرّ به الثانية، فقال: مثل ذلك، ثم مرّ به الثالثة، فقال: مثل ذلك، فقال: شغل ماذا؟ قال: قطعت يوم موته، قال: ففزع عمر لذلك فقال: من يغسل ثيابك، من يدهن رأسك، من يقوم عليك، قال: فعدد عليه بمثل هذا ثم أمر له بجارية وراحلة طعام ونفقة. (۲)

’’(اس قحط کے سال میں ایک دفعہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے (ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے گشت کر رہے تھے کہ) آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اے بندۂ خدا! دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے جواب دیا: ’’وہ مشغول ہے۔‘‘ آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ جب دوبارہ گزرے تو پھر وہی فرمایا اور اس شخص نے وہی جواب دیا۔ جب تین بار اس شخص نے یہی جواب دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تیرا دایاں ہاتھ کس کام میں مشغول ہے؟ اس نے جواب دیا کہ موتہ کی لڑائی

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۳۱۵

(۲) أبو يوسف، کتاب الآثار، ۱: ۲۰۸، رقم: ۹۲۷

میں کام آ گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ رونے لگے اور پاس بیٹھ کر اس سے پوچھنے لگے کہ تمہارے کپڑے کون دھوتا ہے؟ تمہارے سر میں تیل کون لگاتا ہے؟ تیری ضروریات کون پوری کرتا ہے؟ اور فلاں فلاں کام کون کرتا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے ایک ملازم لگوایا، اسے ایک سواری دلوائی اور دوسرے سامانِ ضرورت بھی دلوایا۔‘‘

۱۸۔ ان تمام اہتمامات کے باوجود حضرت عمر فاروق ﷺ کو رعایا کے احوال کی فکر دامن گیر رہتی تھی اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

لئن عشت إن شاء الله لأسيرن في الرعية حولاً، فإني أعلم أن للناس حوائج تقطع عني، أما هم فلا يصلون إليّ، وأما عمالهم فلا يرفعونها إليّ، فأسير إلى الشام، فأقيم بها شهرين، ثم أسير إلى مصر، فأقيم بها شهرين، ثم أسير إلى البحرين، فأقيم بها شهرين، ثم أسير إلى الكوفة، فأقيم بها شهرين، ثم أسير إلى البصرة، فأقيم بها شهرين.(۱)

’’اگر زندگی نے مہلت دی اور میرے مولا نے چاہا تو میں پورا سال رعایا میں سفر کر کے گزاروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ لوگوں کو مشکلات مجھ سے روک لیتی ہیں اور وہ مجھ تک نہیں پہنچ پاتے اور عمال بھی ان کی (شکایات و مشکلات) کو مجھ تک نہیں پہنچاتے۔ پس میں شام جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر میں مصر جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر بحرین جا کر دو ماہ قیام کروں گا، پھر دو ماہ کوفہ جا کر ٹھہروں گا اور پھر دو ماہ بصرہ میں قیام کروں گا (تاکہ عوام کے مسائل کو جان سکوں لیکن موت نے آپ کو اس کی مہلت نہ دی)۔‘‘

(۱) ابن جوزي، مناقب عمر بن الخطاب: ۱۲۱

۲۔ حقِ لباس

ارشادِ ربانی ہے:

یٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًاط وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌط ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ○[۱]

’’اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہارے لئے (ایسا) لباس اتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک باطنی لباس بھی اتارا ہے اور وہی) تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔ یہ (ظاہر و باطن کے لباس سب) اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ○‘‘

لباس کی فراہمی بھی بنیادی ضروریاتِ زندگی میں شامل ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے متعدد ایسی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ضرورت مندوں کو لباس کی فراہمی کا اہتمام بھی فرمایا اگرچہ آپ ﷺ کو اس حوالے سے خود تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بينا رسول الله ﷺ جالس إذ أتاه صبي فقال: إن أمي تستكسيك درعاً فقال: من ساعة إلى ساعة يظهر فعد إلينا فذهب إلى أمه فقالت: قل له أن أمي تستكسيك الدرع الذي عليك. فدخل ﷺ داره ونزع قميصه وأعطاه وقعد عرياناً وأذن بلال وانتظر فلم يخرج ﷺ إلى الصلاة.[۲]

(۱) الاعراف، ۷: ۲۶

(۲) ۱۔ آلوسي، روح المعانی، ۱۵: ۶۵

۲۔ بغوي، معالم التنزيل، ۳: ۱۱۲

’’ایک خاتون نے اپنا لڑکا آپ ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے قمیص عطا کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت نہیں پھر کسی وقت آ جانا۔ لڑکا واپس گیا تو اس کی ماں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کہو اگر اور قمیص نہیں تو آپ ﷺ کے جسم پر تو ہے۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور قمیص اتار کر لڑکے کے حوالے کر دی۔ اب مزید کوئی کپڑا نہ ہونے کے سبب آپ ﷺ گھر میں ہی بیٹھے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نماز کے لئے بھی باہر تشریف نہ لا سکے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی جب تحقیق کی تو اصل صورت حال معلوم ہوئی)۔‘‘

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) عورت کا آپ ﷺ سے قمیص کا تقاضا کرنا اس امر کا اظہار ہے کہ اسلامی معاشرے کے ایک عام فرد کو بھی اس حقیقت کا علم تھا کہ کفالتِ عامہ کی ذمہ داری سربراہِ مملکت پر ہے۔

(۲) آپ ﷺ نے کوئی دوسرا لباس نہ ہونے کے باوجود اپنا کرتا مبارک عورت کے حوالے کر کے مسلمان سربراہِ مملکت کے لئے ایک عملی مثال قائم فرما دی کہ رعایا کی خبر گیری اور ان کی بنیادی ضروریات کی کفالت کے لئے سربراہِ مملکت کو کس حد تک اہتمام کرنا چاہتے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

أتی صاحب بز فاشتری منه قمیصًا بأربعة دراهم فخرج وهو علیه فإذا رجل من الأنصار فقال: یا رسول اللہ! اکسني قمیصًا کساک اللہ من ثیاب الجنة. فنزع القمیص فکساه إیاه ثم رجع إلی صاحب

الحانوت فاشتری منه قميصًا بأربعة دراهم.(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے کپڑے کے ایک تاجر سے چار درہم میں ایک قمیص خریدا۔ اسے زیب تن فرما کر آپ ﷺ باہر نکلے ہی تھے کہ ایک انصاری سامنے آیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے قمیص پہنایئے (شاید وہ ننگے جسم تھا) اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے کپڑوں میں سے قمیص پہنائے۔ آپ ﷺ کے پاس اور تو کوئی قمیص نہ تھا وہی قمیص اتارا اور اس انصاری کو پہنا دیا۔ پھر دکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے اپنے لئے مزید ایک قمیص چار درہم کے عوض خریدا۔‘‘

۳۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إن امرأة جاءت النبي ﷺ ببردة منسوجة فيها حاشيتها، قالت نسجتها بيدي فجئت لأكسوكها فأخذها النبي ﷺ محتاجاً إليها فخرج إلينا وإنها إزاره فحسنها فلان فقال: اكسنيها ما أحسنها قال القوم ما أحسنت لبسها النبي ﷺ محتاجاً إليها ثم سألتها وعلمت أنه لا يرد، قال: إني والله ما سألته لألبسه إنما سألته لتكون كفني.(۲)

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۴۱، رقم: ۱۳۶۰۷
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۳
۳۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶: ۳۹

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه، ۱: ۴۲۹، رقم: ۱۲۱۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب اللباس، باب لباس رسول الله ﷺ، ۲: ۱۱۷۷، رقم: ۳۵۵۵
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

’’ایک خاتون حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بُنی ہوئی چادر لائیں، اس کے حاشیے ابھی تک جوں کے توں تھے (یعنی نئی تھی)، اس عورت نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے اور آپ ﷺ کو پہنانے کے لئے لائی ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے وہ کپڑا قبول کر لیا جیسے آپ ﷺ کو اس کی ضرورت رہی ہو پھر اسے ازار کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے تو ایک صاحب نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ بڑی اچھی چادر ہے آپ ﷺ مجھے عنایت فرما دیجئے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ نے (مانگ کر) کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ضرورت کی وجہ سے پہنا تھا اور آپ نے مانگ لیا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی سوال کو رد نہیں کرتے۔ ان صاحب نے جواب دیا کہ خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنے پہننے کے لئے آپ ﷺ سے چادر نہیں مانگی بلکہ میری تو یہ آرزو تھی کہ اس چادر سے میں اپنا کفن بناؤں۔‘‘

۳۔ حقِ رہائش

انسانی زندگی کی بقا کے لئے حقِ رہائش بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ رہائش وسکونت کی فراہمی کی اہمیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نعمت کے طور پر بیان فرمایا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○[1]

’’اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو (مستقل) سکونت کی جگہ بنایا اور

(۱) النحل، ۱۶: ۸۰

تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے (عارضی) گھر (یعنی خیمے) بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے وقت اور (دورانِ سفر منزلوں پر) اپنے ٹھہرنے کے وقت ہلکا پھلکا پاتے ہو اور (اسی اللہ نے تمہارے لئے) بھیڑوں اور دنبوں کی اون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو استعمال اور (معیشت و تجارت میں) فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے (جو) مقررہ مدت تک (ہیں)o‘‘

دوسرے مقام پر حقِ رہائش سے محروم کر دینے کو کفار کی روش قرار دیا کہ یہ کافرانہ عمل ہے کہ افرادِ معاشرہ کو حقِ رہائش و سکونت سے محروم کر دیا جائے:

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللهُ.(۱)

’’(یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی انہوں نے باطل کی فرمانروائی تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا)۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی مناسب رہائش کو انسان کا بنیادی حق قرار دیا، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

ليس لإبن آدم حق في سوى هذه الخصال بيت يسكنه وثوب يواري عورته و جلف الخبز.(۲)

’’ابن آدم کے لئے سوائے ان امور کے کوئی ضروری حق نہیں: رہنے کے لئے گھر، ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور ضرورت کی روٹی اور پانی۔‘‘

---

(۱) الحج، ۲۲: ۴۰

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الزهد، باب ۳۰، ۴: ۵۷۱، رقم: ۲۳۴۱

۲۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۳۴۷، رقم: ۷۸۶۶

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۴۶، رقم: ۴۶

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵: ۱۵۷، رقم: ۶۸۰

ابن حزم (م ۴۵۶ھ) نے جہاں غریبوں کی کفالت کا ذکر کیا ہے وہاں ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری بھی امراءِ علاقہ پر عائد کی ہے۔ ان کے نزدیک بھی بنیادی ضروریات حقِ خوراک، حقِ لباس اور حقِ رہائش ہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

فيقام لهم بما يأكلون من القوت الذي لابد منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل ذلک وبمسكن يكنهم من المطر والصيف والشمس وعيون المارة.(۱)

''ان کی ضروریات میں زندگی کی بقا کے لئے ضروری کھانا، سردیوں اور گرمیوں کا لباس اور ایک ایسا گھر (شامل ہے) جو ان کو بارش (کے پانی)، گرمی، دھوپ اور گزرنے والوں کی تانک جھانک سے محفوظ رکھے۔''

۴۔ حقِ معاش (روزگار)

اسلامی ریاست میں نہ صرف بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جن کا مفصل تذکرہ اوپر گزر چکا، بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اسوۂ حسنہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر معاشرے کے ضرورت مند اور مستحق افراد کو مالی کفالت کی ضرورت ہو تو ریاست اس کا بھی اہتمام کرے تاکہ افرادِ معاشرہ معاشی مجبوریوں کے شکنجوں سے نجات حاصل کرسکیں اور اپنے قدموں پر کھڑا ہوکر اپنی معاشی تخلیق کے عمل کو شروع کرسکیں۔

۱۔ جب فتوحات ہونے لگیں اور بیت المال میں مالِ غنیمت آنے لگا تو آپ ﷺ نے آیت قرآنی - ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾(۲) - کا حوالہ دیتے ہوئے عام اعلان فرمایا:

(۱) ابن حزم، المحلی، ۶: ۱۵۶
(۲) الاحزاب، ۳۳: ۶

فأيما مؤمن مات وترک مالاً فليرثه عصبته من کانوا فإن ترک دينًا أو ضياعاً فلياتني وأنا مولاه.(۱)

’’جو مؤمن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہوں گے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں ہی ان کا والی ہوں (یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا)۔‘‘

۲۔ فأيکم ما ترک دينًا أو ضيعة فادعوني فأنا وليه.(۲)

’’تم میں سے جو آدمی قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائے تو مجھے بلاؤ، بیشک قرض اور بچوں کے معاملے میں اس کا میں ولی ہوں۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب التفسير، باب اَلنَّبِيُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۴۵۰۳

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفرائض، باب من ترک مالاً فلورثته، ۳: ۱۲۳۷، رقم: ۱۶۱۹

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الفرائض، باب ما جاء من ترک مالاً فلورثته، ۴: ۴۱۳، رقم: ۲۰۹۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفرائض، باب من ترک مالاً فلورثته، ۳: ۱۲۳۸، رقم: ۱۶۱۹

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الفرائض، باب في ميراث ذوي الأرحام، ۳: ۱۲۳، رقم: ۲۹۰۰

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۸: ۲۹۱، رقم: ۱۵۲۶۱

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۸، رقم: ۸۲۱۹

۵۔ بيهقي، السنن الکبری، ۶: ۲۰۱، رقم: ۱۱۹۱۰

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أتی النبي صلی الله علیه وآله وسلم بمال من البحرین، فقال: انثروه في المسجد، وکان أکثر مال أُتی به رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، فخرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم إلی الصلاة ولم یلتفت إلیه، فلما قضی الصلاة جاء فجلس إلیه، فما کان یری أحدًا إلا أعطاه، ...... فما قام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ثم منها درهم. (1)

’’بحرین سے خراج اور جزیئے کا مال بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس مال کو مسجد (کے صحن) میں پھیلا دو۔ بقول راوی: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جتنے بھی اموال آئے ان میں یہ سب سے زیادہ تھا (محدثین نے ایک لاکھ درہم کا اندازہ لگایا ہے) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال کے پاس بیٹھ گئے۔ پس جو بھی نظر آتا اسے ضرورت کے مطابق عطا فرما دیتے ......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک نہ اٹھے جب تک سارا مال تقسیم نہ ہو گیا اور ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔‘‘

اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے ریاست کی جملہ آمدنی اور محاصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تمام تر آمدنی کو شخصی تصرف میں لانے کی بجائے مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کی ساری رقم بھی

(1) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الصلاة، باب القسمة وتعلیق القنو في المسجد، ۱: ۱۶۲، رقم: ۴۱۱

۲۔ بخاري، الصحیح، کتاب الجزیة والموادعة، باب ما أقطع النبي صلی الله علیه وآله وسلم من مال البحرین، ۳: ۱۱۵۴، رقم: ۲۹۹۴

۳۔ بیهقي، السنن الکبری، ۶: ۳۵۶، رقم: ۱۲۸۰۷

اپنے اور اپنے اہل وعیال اور خاندان بنو ہاشم پر حرام فرما دی اور اسے بحکمِ الٰہی غرباء اور اہلِ حاجت کا حق قرار دیا۔

۴۔ قال رسول الله ﷺ: ما أوتيكم من شيء وما أمنعكموه إن أنا إلا خازن أضع حيث أمرت. (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں جس جگہ صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں ہی صرف کرتا ہوں۔''

آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک دراصل مسلمان حکمرانوں کے لئے صرفِ خرچ کے باب میں ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

۵۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن رجلاً جاء إلى رسول الله ﷺ فسأله أن يعطيه فقال النبي ﷺ: ما عندي شيء ولكن ابتع عليّ فإذا جاءني شيء قضيته، فقال عمر: يا رسول الله! قد أعطيته فما كلفك الله ما لا تقدر عليه، فكره النبي ﷺ قول عمر، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أنفق ولا تخف من ذي العرش إقلالاً. فتبسم رسول الله ﷺ وعرف البشر في وجهه لقول الأنصاري ثم قال: بهذا

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنه، ۳: ۱۳۵، رقم: ۲۹۴۹

۲۔ إسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۴۲۵، رقم: ۴۸۶

۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۴۰: ۵۱

۴۔ مناوي، فيض القدير، ۵: ۴۳۰

كما أمرت.(۱)

’’ایک مرتبہ ایک حاجت مند حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ مجھے کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کوئی چیز آ جائے گی تو میں ادائیگی کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت حاضرِ خدمت تھے، نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ جس چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپ ﷺ کے پاس نہیں، اللہ نے جب آپ ﷺ کو اس کا مکلّف نہیں کیا تو آپ ﷺ خواہ مخواہ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ! آپ خرچ فرماتے رہیں اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ فرمائیں۔ انصاری کی یہ بات سنتے ہی آپ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک سرمایہ دار یہودی سے تیس وسق قرض لے رکھا تھا۔ اتفاقاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوریں کم پھل لائیں جس سے یہودی کا قرض پورا نہیں ہوتا تھا۔ یہودی نے تقاضا کیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور سفارش کی درخواست کی۔ آپ ﷺ یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور

(۱) ۱۔ ترمذي، الشمائل المحمدية، ۱: ۲۹۴
۲۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۱: ۱۸۰، رقم: ۸۸
۳۔ قرشي، مكارم الأخلاق، ۱: ۱۱۸، رقم: ۳۹۰

اس سے کہا کہ تو اپنے قرض کے بدلے جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کی ساری کھجوریں لے لے اور اس پر اکتفا کر لے مگر یہودی کسی طور نہ مانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لے گئے اور باغ کے درختوں کے درمیان چلے پھرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین مبارک کی تاثیر تھی کہ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ میں داخل ہوئے تمام درختوں کے خوشے کھجوروں سے لبریز ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب کھجوریں اتارو اور یہودی کا قرض ادا کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھجوریں کاٹیں اور قرض خواہ کی تیس وسق کھجوریں ادا کیں پھر بھی سترہ وسق کھجوریں بچ گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بتا دو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا:

لقد علمت حین مشی فیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیبارکن فیها.(۱)

''مجھے اسی وقت یقین ہوگیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ میں چلے تھے کہ کھجوروں میں ضرور بالضرور برکت ہوگی۔''

۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أصیب رجل في عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في ثمار ابتاعها فکثر دینه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تصدقوا علیه، فتصدق الناس علیه، فلم

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الإستقراض و أداء الدیون والحجر والتفلیس، باب إذا قاص أو جازفه في الدین تمرًا بتمر أو غیره، ۲: ۸۴۴، رقم: ۲۲۶۶

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الصدقات، باب إداء الدین عن المیت، ۲: ۸۱۳، رقم: ۲۴۳۴

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۶۷، رقم: ۹۱۴۳

يبلغ ذلک وفاء دينه، فقال رسول الله ﷺ لغرمائه: خذوا ما وجدتم وليس لكم إلا ذلک.(۱)

''عہدِ نبوی ﷺ میں ایک آدمی کو پھلوں کی تجارت میں کسی وجہ سے نقصان ہو گیا۔ تجارت میں خسارے کی وجہ سے وہ مقروض ہو گیا اور قرض خواہ اسے پریشان کرنے لگے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کی یہ پریشانی دیکھی نہ گئی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضي الله عنهم سے فرمایا کہ صدقہ خیرات کر کے اس بیچارے کو اس مصیبت سے نکالو۔ حکم ملنے کی دیر تھی سب نے حسبِ استعداد اس کی امداد کی مگر ساری رقم ملا کر بھی اس کے قرض کی رقم کے برابر نہ ہو سکی۔ اب آپ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا: (تم لوگ بھی کچھ ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کرو) جو کچھ اس کے پاس موجود ہے وہ لے لو اور باقی چھوڑ دو۔''

یہ واقعہ فتوحات اور خوشحالی سے پہلے کا ہے جب فتوحات ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے عام اعلان فرما دیا کہ جو آدمی قرض چھوڑ کر مرے اور اسے اتارنے کے لئے کوئی چیز نہ چھوڑے تو اس کا قرض ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ فتوحات اور خوشحالی کے بعد تو آپ ﷺ کی عنایات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ''صحیح مسلم'' میں ہے:

۸۔ إن رجلاً سأل النبي ﷺ غنمًا بين جبلين، فأعطاه إياه، فأتى قومه فقال: أي قوم! أسلموا، فوالله إن محمدًا ليعطي عطاءً

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين، ۳: ۱۱۹۱، رقم: ۱۵۵۶

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء تحل له الصدقة من الغارمين وغيرهم، ۳: ۴۴، رقم: ۶۵۵

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الإجارة، باب في وضع الجائحة، ۳: ۲۷۶، رقم: ۳۴۶۹

ما يخاف الفقر.(۱)

’’ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بکریوں کا وہ ریوڑ مانگا جو پہاڑوں کے درمیان چر رہا تھا، آپ ﷺ نے سارا ریوڑ اسے عطا فرما دیا (اسے اس قدر بخشش کی امید نہ تھی) وہ جب یہ ریوڑ لے کر اپنے قبیلے میں واپس پہنچا تو کہنے لگا لوگو! اسلام قبول کر لو کیونکہ پیغمبرِ اسلام اتنے فیاض اور سخی ہیں کہ جب دینے پر آتے ہیں تو کسی قسم کے فقر اور تنگ دستی سے نہیں ڈرتے۔‘‘

۹۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کر دے۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا: ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مصروفیت مجھے آپ کی خدمت سے غافل کرے دوسرا میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ایک دن پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: حضور مجھے کون رشتہ دے گا؟ میرے پاس تو اتنا پیسہ بھی نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انطلق إلى آل فلان، حيّ من الأنصار، فقل لهم: إن رسول الله ﷺ

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب ما سئل النبي ﷺ شيئًا قط فقال لا و كثرة عطائه، ۴: ۱۸۰۶، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۹، رقم: ۱۳۷۵۶

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۵۶، رقم: ۳۳۰۲

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۲۸۷، رقم ۶۳۷۳

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۷: ۱۹، رقم: ۱۲۹۶۷

أرسلني إليكم يأمركم أن تزوجوني فلانة.(۱)

’’جا فلاں انصاری قبیلہ کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مجھ سے اپنی فلاں لڑکی کا نکاح کر دو۔‘‘

انہوں نے پیغامِ نکاح سن کر حضور نبی اکرم ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا اور مجھے اپنی لڑکی نکاح کر کے دے دی۔ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اب حق مہر کہاں سے دوں؟ آپ ﷺ نے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا اور میں نے لا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا۔ میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! اب ولیمہ کہاں سے کروں؟ آپ ﷺ نے پھر بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو۔ انہوں نے فوراً مینڈھے کا انتظام کر دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان کے پاس جو جَو ہیں وہ لے آؤ۔ میں گیا تو انہوں نے تمام جَو میرے حوالے کر دیئے حالانکہ کاشانۂ نبوی ﷺ میں اس کے سوا شام کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو ہم تیار کر دیتے ہیں اور وہ مینڈھا اپنے ساتھیوں سے ذبح کروا کر کھا لو۔ اس طرح ولیمہ تیار ہو گیا۔

قرآن مجید کی عطا کردہ معاشی تعلیمات، جن کی عملی تعبیر و تشریح سیرتِ نبوی ﷺ سے میسر آتی ہے اور جن پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے مبارک ادوار میں عمل کر کے ملتِ اسلامیہ کے لئے عملی مثال قائم کی، سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مثالی فلاحی معاشرے اور فلاحی ریاست کا قیام اسلام کی عطا کردہ تعلیمات پر عمل پیرا

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۸، رقم: ۱۶۵۷۷
۲۔ حاکم، المستدرك علی الصحيحين، ۲: ۱۸۸ رقم: ۲۷۱۸
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۲۵۶، رقم: ۷۳۳۴

ہونے سے ہی ممکن ہے۔ جہاں افرادِ معاشرہ کو ہر نوع کا معاشی تحفظ عطا کیا گیا ہوتا کہ وہ معاشی تعطل سے نکل کر تخلیق کی راہ پر گامزن ہوسکیں جس میں انفرادی اور قومی ارتقاء کا راز مضمر ہے۔

۵۔ حقِ تعلیم

تعلیم کسی بھی ملت کے افراد کا وہ شعبہ ہے جس پر ان کے معاش و معاد کا زیادہ تر دار و مدار ہوتا ہے۔ اسلام میں تعلیم و تربیت کے حق کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی پہلی وحی کا آغاز لفظ ''اقرأ'' سے ہوا جو تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ قرآن حکیم کے نازل ہونے والے اس پہلے حکم کے مطابق اسلام میں تعلیم و تربیت حاصل کرنا حق ہی نہیں فرض ہے۔ اسلامی ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ شہریوں کو وہ تمام سہولتیں فراہم کرے جو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ضروری ہیں اس طرح:

۱۔ ہر شخص اپنی فطری صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حق دار ہے۔

۲۔ ہر شخص اپنے پیشے اور مستقبل کے مشاغل منتخب کرنے کا آزادانہ حق رکھتا ہے۔ اسے اپنی فطری صلاحیتوں کے بھرپور اظہار کا موقع دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے لیے حصولِ تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

فرد کی زندگی میں تعلیم کی اہمیت سے سرِ مو انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام نے اس حقیقت کو آغاز ہی سے تسلیم کیا ہے چنانچہ پیدائشِ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے جس بخشش و عنائت سے انہیں نوازا گیا وہ علم ہی تھا ارشادِ رباری تعالی ہوا:

۱۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.[۱]

(۱) البقرۃ، ۲: ۳۱

”اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیئے۔“

یہ علم ہی کا عرفان تھا کہ انسان دیگر مخلوقات سے ممیّز ہوا اور خلیفۃ اللہ ہونے کا شرف حاصل کیا:

۲۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (۱)

”اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔“

اسی علم ہی نے انسان کو مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف عطا کیا اور اشرف المخلوقات بنایا:

۳۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا. (۲)

”اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔“

۴۔ چونکہ علم قیادت کا ایک خاصہ ہے اس لیے امتِ مسلمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. (۳)

”تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

۵۔ یہ ان بنیادی عوامل میں سے ہے جو کسی بھی قوم یا تہذیب کی مثبت ترقی وعروج

(۱) البقرة، ۲: ۳۰
(۲) البقرة، ۲: ۳۴
(۳) آل عمران، ۳: ۱۱۰

کے لیے ضروری ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام نے حصولِ علم اور ترسیلِ علم کو فرد کی اولین ضرورت قرار دیا اور اس میں ہمہ وقت اضافہ کی تلقین کی اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○(۱)

''اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۔''

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا تاج اور مرتبہ عطا کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے جو اہم ذمہ داریاں سونپیں ان میں تعلیم، دعوت و تبلیغ اور کردار سازی (تربیت) اہم ہیں۔ اِسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما بعثت معلمًا. (۲)

''بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

۲۔ اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآں ہونے کی غرض سے آپ ﷺ نے تلاوتِ کتاب، تعلیم و حکمت، تشریح وتوضیحِ کلامِ الٰہی، تزکیہ نفس اور کردار سازی پر خصوصی توجہ دی۔ حصولِ علم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة. (۳)

---

(۱) طه، ۲۰: ۱۱۴

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۹

۲۔ دارمي، السنن، ۱: ۱۱۱، رقم: ۳۴۹

(۳) ۱۔ حاجي خليفة، كشف الظنون، ۱: ۵۶

۲۔ ابن ماجه، السنن، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۱

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۸۹، رقم: ۲۰۰۸

’’علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔‘‘

۳۔ دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

من خرج في طلب العلم كان في سبيل الله حتى يرجع. (۱)

’’جو علم کے حصول کے لئے نکلتا ہے وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں رہتا ہے جب تک واپس نہ لوٹ آئے۔‘‘

۴۔ حصولِ علم کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

من طلب العلم كان كفارة لما مضى. (۲)

’’جس نے علم حاصل کیا تو وہ (علم) اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اطلبوا العلم ولو بالصين. (۳)

’’علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی جانا پڑے۔‘‘

ان احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث نبوی ﷺ کتبِ احادیث میں موجود

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۵: ۲۹، رقم: ۲۶۴۷

۲۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۶: ۱۲۵، رقم: ۲۱۲۰

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۵: ۲۹، رقم: ۲۶۴۸

۲۔ دارمي، السنن، ۱: ۱۴۹، رقم: ۵۶۱

(۳) ۱۔ بزّار، المسند، ۱: ۱۷۵، رقم: ۹۵

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۵۳، رقم: ۱۶۶۳

www.MinhajBooks.com

ہیں جن میں حصولِ علم کی ترغیب دی گئی ہے اور علم اور اہلِ علم کی منقبت، مرتبہ اور عزت و شرف بیان کیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے تاحیات ترسیل و اشاعتِ علم پر توجہ دی۔ مقامِ صفہ پر تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا، غزوہ بدر کے تعلیم یافتہ قیدیوں کا فدیہ مسلمان بچوں کو تعلیم دینا مقرر فرمایا، مساجد میں مدارس کا قیام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دینی تعلیم دینے کے لیے مختلف علاقوں میں بھیجا اور عمال (گورنروں) کو اشاعتِ علم کی ہدایات اہم امثلہ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی عمل رہا۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ثابت ہے کہ تعلیم انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے جس کے بغیر انفرادی، اجتماعی اور ملی ترقی ناممکن ہے اس لیے ریاست کا فرض ہے کہ وہ عوام الناس کے لیے حصولِ تعلیم کا اہتمام کرے اور ان کا یہ پیدائشی حق فراہم کرنے میں کماحقہ انتظام و انصرام کرے۔

حقِ تعلیم کی فراہمی میں ریاست کے کردار کے بارے میں شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴۔ ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

> و احیاء علوم الدین کند بنفس خود قدرے کہ میسر شود مقرر سازد مدرسین درھر بلدی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عبد اللّٰہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ را با جماعتہ کوفہ نشاند ومعقل بن یسار رضی اللہ عنہ عبد اللّٰہ رضی اللہ عنہ ابن معقل بربصرہ فرستاد۔(۱)
>
> ’’اور خلیفہ پر واجب ہے کہ جس قدر ہو سکے علوم دینیہ کو قائم رکھے اور ہر شہر میں مدرسین کو مقرر کرے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں مقرر کیا اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن معقل رضی اللہ عنہ کو تعلیم و تدریس کے لئے بصرہ بھیجا۔‘‘

(۱) شاہ ولي الله، ازالة الخفاء عن خلافت الخلفاء، ۱: ۳۶

۶۔ حقِ علاج

اسلام ہر فردِ معاشرہ کو ایسا سماجی مقام دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرے کا ایک جزو تصور کرے، جہاں اس کے ماحول کا ہر فرد اس کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات اس کا ہمہ گیر احاطہ کرتی ہیں۔ مریض جو قدرتی معذوری کے سبب معاشرے کا عضوِ فعال نہیں رہتا، اس امر کا مستحق ہے کہ اسے بھرپور توجہ دی جائے۔ اسلام نے مریض کو وہ حقوق عطا کئے ہیں جو کسی دوسرے معاشرے میں نہیں دیکھے جا سکتے۔ آپ ﷺ نے افرادِ معاشرہ کو مریض کے معاشرتی، نفسیاتی، طبی اور سماجی حقوق کے تحفظ کی تلقین فرمائی کہ نہ صرف مریض کی صحت یابی کے لئے جملہ اقدامات کئے جائیں بلکہ اس کے نفسیاتی و سماجی مورال (Morale) کو بھی بلند رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں مریض کی عیادت کو مستحسن فعل اور اس کو مریض کا حق قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حق المسلم على المسلم خمس رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس. (۱)

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔''

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، ۱: ۴۱۸، رقم: ۱۱۸۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ۴: ۱۷۰۴، رقم: ۲۱۶۲

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في العاطس، ۴: ۳۰۷، رقم: ۵۰۳۰

۲۔ حقِ عیادت مریض کا مورال بلند رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے، اس کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

إن المسلم إذا عاد أخاه المسلم لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع.(۱)

’’جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو لوٹنے تک گویا وہ جنت کے باغات میں ہوتا ہے۔‘‘

۳۔ حضرت ثویر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أخذ علي رضی اللہ عنہ بيدي، قال: انطلق بنا إلى الحسن نعوده. فوجدنا عنده أبا موسى، فقال علي رضی اللہ عنہ: أ عائداً جئت، يا أبا موسى! أم زائراً؟ فقال لا، بل عائداً. فقال علي رضی اللہ عنہ: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ما من مسلم يعود مسلماً غدوة إلا صلى عليه سبعون ألف ملك حتى يمسي وإن عاده عشية إلا صلى عليه سبعون ألف ملك حتى يصبح وكان له خريف في الجنة.(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، ۴: ۱۹۸۹، رقم: ۲۵۶۸
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۴۴۳، رقم: ۱۰۸۳۲
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۹، رقم: ۲۲۴۶۰
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۲۳، رقم: ۲۹۵۷
۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۳: ۳۸۰، رقم: ۶۳۷۱، ۶۳۷۲

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض، ۳: ۳۰۰، رقم: ۹۶۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۲

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میرے ساتھ آؤ حسن کی عیادت کریں اور ہم نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ! کیا تم حسن کی عیادت کے لئے آئے تھے یا ملنے کے لئے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں عیادت کے لئے آیا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرے تو شام تک اس پر ستر ہزار فرشتے سلام بھیجتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس پر سلام بھیجتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کیلئے ایک چشمہ (خاص) کر دیا جائے گا۔‘‘

طبی سہولیات کی فراہمی کا حق

اسلام نے جملہ فرائض کی ادائیگی کو صحت کے ساتھ مشروط ٹھہرایا ہے۔ مریضوں کو فرائض کی ادائیگی میں رعایت عطا کی گئی ہے۔ مریضوں کو جہاں عیادت اور مزاج پرسی کا سماجی و معاشرتی حق عطا کیا گیا ہے وہاں انہیں یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صحت کی بحالی اور علاج و معالجہ کے لئے اقدامات کر سکیں۔ بیماری کی وجہ سے عبادات اور فرائض میں رعایت کے احکامات قرآن مجید نے یوں بیان کئے:

۱۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۶۶، رقم: ۷۴۶۴

۴۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۵۰۱، رقم: ۱۲۹۴

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۳: ۳۸۰، رقم: ۶۳۷۶

فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡکَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ○[1]

’’اور حج اور عمرہ (کے مناسک) اللہ کے لئے مکمل کرو، پھر اگر تم (راستے میں) روک لیے جاؤ تو جو قربانی بھی میسر آئے (کرنے کے لیے بھیج دو) اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (اس وجہ سے قبل از وقت سر منڈوالے تو اس کے) بدلے میں روزے (رکھے) یا صدقہ (دے) یا قربانی (کرے) پھر جب تم اطمینان کی حالت میں ہو تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا فائدہ اٹھائے تو جو بھی قربانی میسر آئے (کردے) پھر جسے یہ بھی میسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے (زمانۂ) حج میں رکھے اور سات جب تم حج سے واپس لوٹو، یہ پورے دس (روزے) ہوئے، یہ (رعایت) اس کے لئے ہے جس کے اہل و عیال مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○‘‘

۲۔ لَيۡسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الۡمَرۡضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ مَا يُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ مَا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ مِنۡ سَبِيۡلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○[2]

’’ضعیفوں (کمزوروں) پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ (ہی) ایسے لوگوں پر ہے جو اس قدر (وسعت بھی) نہیں پاتے جسے خرچ کریں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے خالص و مخلص ہو چکے ہوں، نیکو کاروں (یعنی

(۱) البقرة، ۲: ۱۹۶

(۲) التوبة، ۹: ۹۱

صاحبانِ احسان) پر الزام کی کوئی راہ نہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○‘‘

۳۔ لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا○(۱)

’’(جہاد سے رہ جانے میں) نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ (ہی) بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا وہ اسے بہشتوں میں داخل فرما دے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اسے درد ناک عذاب میں مبتلا کر دے گا○‘‘

مغربی قانون اور طبی سہولیات کا حق

صحت کی نگہداشت اور طبی سہولیات پر ہر ایک کا حق ہے تاکہ ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ معیارِ صحت برقرار رکھا جا سکے۔ اس کی یقین دہانی 1948ء کے Universal Declaration of Human Rights، 1966ء کے The International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights، 1948ء کے The American Declaration of Rights and Duties of Man اور 1981ء کے The African Charter on Human and People's Rights میں کرائی گئی ہے۔ یورپی ماہرین کی کمیٹی (European Committee of Experts) نے جانچ پرکھ کے لئے کچھ بنیادی اصول مقرر کئے ہیں جن کی موجودگی کسی ملک کی طرف سے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کی شہادت فراہم کر سکتی ہے۔ جانچ

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۷

پرکھ کے ان اصولوں کے مطابق یورپین سوشل چارٹر 1961ء کے تحت ایک ریاست اپنے فرض کو ادا کرنے کی حالت میں اس وقت متصور ہوگی جب وہ طبی اور صحت کے علاج معالجہ کا نظام قائم کرے گی تاکہ لوگوں کو ضروری حد تک مناسب طبی خدمات فراہم کی جا سکیں۔

European Committee of Experts نے طے کیا ہے کہ منشور کا پابند کوئی ملک مذکورہ آرٹیکل کے تحت اپنی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھا جائے گا اگر وہ اس امر کی شہادت فراہم کر دے کہ وہ درج ذیل اقدامات پر مشتمل طبی خدمات اور صحت کے نظام کو وجود میں لے آیا ہے:

۱۔ عوامی صحت کے لیے کئے گئے انتظامات کے تحت میڈیکل اور تربیت یافتہ نگران طبی عملہ اور صحت کے بڑے مسائل کی مناسبت سے موزوں سامان و آلات اور ان انتظامات کو یقینی بنانا ہوگا:

(ا) تمام تر آبادی کے لئے مناسب طبی سہولیات

(ب) بیماری کی تشخیص اور روک تھام

۲۔ ماؤں، بچوں اور بوڑھوں کے لئے حفظانِ صحت کے خصوصی اقدامات

۳۔ عمومی اقدامات جو بالخصوص پانی اور ہوا کی آلودگی روکنے کے لئے کیے جائیں۔ تابکار اشیاء کے اثرات سے تحفظ، شور میں کمی، غذائی کنٹرول، تحفظِ ماحول و صحت اور شراب نوشی و منشیات کی روک تھام

۴۔ تعلیمِ صحت کا نظام

۵۔ حفاظتی ٹیکے، جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ اور متعدی و بائی امراض کی روک تھام، علاقائی اور وبائی امراض پر قابو پانے کے ذرائع کی فراہمی، اجتماعی تنظیموں کی طرف سے تمام یا کم از کم خدمات صحت کے مصارف کے خاطر خواہ حصے کی برداشت۔(۱)

(۱) سگارٹ، حقوقِ انسانی کا بین الاقوامی قانون: ۱۹۵۔۱۹۸

مندرجہ بالا بحث کا ماحصل یہ ہے کہ معاشرے میں مریض کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ اس ضمن میں مریضوں کے لئے ہسپتال، ڈسپنسریاں، صحت کے مراکز وغیرہ کا اجراء ناگزیر ہے۔ ان علاج گاہوں میں ادویات کی فراہمی، متعلقہ مرض کا سپیشلسٹ ڈاکٹر، آپریشن تھیٹر اور پیرا میڈیکل سٹاف کی تعیناتی اہم امور شامل ہیں۔ یہ حکومت ہی کا فرض نہیں ہے کہ وہ ہسپتال اور ڈسپنسریاں بنائے بلکہ معاشرے کے متمول افراد کو بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ نجی سطح پر خیراتی ہسپتال، فری ڈسپنسریاں قائم کر کے معاشرہ کے مصیبت زدہ (بیماروں) کے ساتھ بھلائی کی جا سکتی ہے۔ ایسی بھلائی کرنا اسلامی تعلیمات میں شامل ہے۔

۷۔ حقِ انصاف

فرد کا فطری تقاضا ہے کہ اسے انصاف ملے اگر وہ مظلوم ہے تو ظالم کو سزا دی جائے اور اگر کسی نے اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کی ہے تو اس کا ازالہ بذریعہ عدالت، قانون، جرم و سزا سے کیا جائے۔ حقِ انصاف میں چند ذیلی حقوق بھی شامل ہیں۔

(۱) قانونی مساوات کا حق

(۲) حصولِ انصاف کا حق

(۳) آزادانہ سماعت کا حق

(۴) دوسروں کے جرائم سے برأت کا حق

(۵) صفائی پیش کرنے کا حق

اب ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

(۱) قانونی مساوات کا حق

اسلام کا عطا کردہ حقِ مساوات صرف عمومی یا سماجی و معاشرتی نوعیت ہی کا نہیں

بلکہ قانونی اور ریاستی سطح کا بھی حامل ہے۔ اسلامی ریاست کے تمام شہری یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔ اسلام کے عطا کردہ قوانین کے نفاذ کے باب میں شہریوں میں کسی بھی نوعیت کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا بلکہ حقوق و فرائض کے تعین کے لیے جب بھی قانون کے نفاذ کی ضرورت پڑے گی وہ مساوی بنیادوں پر نافذ کیا جائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس نوعیت کے بے شمار نظائر کا حامل ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے ظاہر ہے:

۱۔ **عن حسن بن محمد بن علي قال: سرقت امرأة. قال عمرو: حسبت أنه قال: من بنات الكعبة، فأتي بها النبي ﷺ، فجاء عمر بن أبي سلمة، فقال للنبي ﷺ: إنها عمتي، فقال النبي ﷺ: لو كانت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها.** (۱)

’’حضرت حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک عورت نے چوری کی عمرو کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ قریش کے معزز خاندان میں سے تھی۔ پس اسے حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ تو عمر بن ابی سلمہ آئے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یہ میری پھوپھی ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹتا۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۲۰۲، رقم: ۱۸۸۳۱
۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع، ۶: ۲۴۹۱، رقم: ۶۴۰۵
۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود، ۳: ۱۳۱۶، رقم: ۱۶۸۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

أن قريشًا أهمهم شأن المرأة (المخزومية) التي سرقت في عهد النبي ﷺ، في غزوة الفتح. فقالوا: من يكلم فيها رسول الله ﷺ؟ فقالوا: ومن يجترئ عليه إلا أسامة بن زيد، حبّ رسول الله ﷺ؟ فأتى بها رسول الله ﷺ. فكلمه فيها أسامة بن زيد. فتلون وجه رسول الله ﷺ. فقال "أتشفع في حد من حدود الله؟ فقال له أسامة: استغفر لي. يا رسول الله!، فلما كان العشي قام رسول الله ﷺ فاختطب فاثنى على الله بما هو أهله. ثم قال: ''أما بعد. فإنما أهلك الذين من قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف، تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف، أقاموا عليه الحد. وإني، والذي نفسي بيده، لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها'' ثم أمر بتلك المرأة التي سرقت فقطعت يدها.(۱)

''قریش کو اس عورت کی خاندانی شرافت کا خیال آیا کہ جس نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کون رسول اللہ ﷺ سے اس کی سفارش کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ وہ صرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہی ہیں کہ جو حضور نبی اکرم ﷺ کے لاڈلے ہیں۔ اس عورت کو حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود، ۳: ۱۳۱۵، رقم: ۱۶۸۸
۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب ذكر أسامة بن زيد رضي الله عنه، ۳: ۱۳۶۶، رقم: ۳۵۲۶
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الحدود، باب ما جاء في كراهية أن يشفع في الحدود، ۴: ۳۷، رقم: ۱۴۳۰

سفارش کی تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کیا: تم اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کر رہے ہو؟ پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! مجھے معاف فرما دیجئے۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا: اللہ تعالیٰ کی، اس کے لائق، تعریف کی پھر فرمایا: بے شک تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب کبھی کسی امیر نے چوری کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور جب کبھی کسی کمزور نے چوری کی تو اس پر حد قائم کر دیتے اور میں وہ ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کاٹتا پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔‘‘

۳۔ درج ذیل حدیث بھی حقِ انصاف کی فراہمی کی اہم مثال ہے:

عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن أسيد بن حضير رجل من الأنصار، قال: بينما هو يحدث القوم وكان فيه مزاح بينا يضحكهم، فطعنه النبي ﷺ في خاصرته بعود، فقال: أصبرني، قال: اصطبر، قال: إن عليک قميص وليس عليّ قميص، فرفع النبي ﷺ عن قميصه فاحتضنه وجعل يقبل كشحه، قال: إنما أردت هذا يا رسول الله!. (۱)

’’عبد الرحمن بن ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو انصار

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في قبلة الجسد، ۴: ۳۵۶، رقم: ۵۲۲۴

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۲۰۵، رقم: ۵۵۶

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۳۲۷، رقم: ۵۲۶۲

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۷: ۱۰۲، رقم: ۱۳۳۶۴

کے ایک فرد تھے، وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور مزاحیہ باتیں سنا کر لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک لکڑی سے کونچا دیا۔ اس نے عرض کی کہ مجھے قصاص دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ کے اوپر قمیص ہے جب کہ میرے اوپر قمیص نہ تھا۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا کرتا مبارک اٹھا دیا تو وہ لپٹ گئے اور آپ ﷺ کے پہلو کو بوسہ دینے لگے، عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میرا صرف یہی مقصد تھا۔‘‘

(۲) حصولِ اِنصاف کا حق

قرآن مجید نے زندگی کے تمام معاملات کو عدل و انصاف پر استوار کرنے کی تعلیم دے کر ہر شخص کو بے لاگ انصاف کے حصول کا حق عطا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی مختلف آیات سے یہ مضمون واضح ہے کہ قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد معاشرتی اور ریاستی معاملات کو عدل و انصاف پر استوار کرنا ہے تاکہ اسلامی معاشرے کا کوئی فرد ظلم اور استحصال کا شکار نہ ہو۔ ارشادِ ربّانی ہے:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ○ (۱)

’’بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ○‘‘

(۱) النساء، ۴: ۵۸

۲۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللهُ ط وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًاo(۱)

’’(اے رسولِ گرامی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے اور آپ (کبھی) بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیںo‘‘

۳۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ ِﷲِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ج اِنْ يَّکُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللهُ اَوْلٰی بِهِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاo(۲)

’’اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ (گواہی) خود تمہارے اپنے یا (تمہارے) والدین یا (تمہارے) رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو اگرچہ (جس کے خلاف گواہی ہو) مال دار ہے یا محتاج، اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیرخواہ ہے۔ سو تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جاؤ (گے) اور اگر تم (گواہی میں) پیچدار بات کرو گے یا (حق سے) پہلوتہی کرو گے تو بے شک اللہ (ان سب کاموں سے) جو تم کر رہے ہو خبردار ہےo‘‘

۴۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ ِﷲِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز وَاتَّقُوا

(۱) النساء، ۴: ۱۰۵

(۲) النساء، ۴: ۱۳۵

اللّٰہَط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَo[۱]

’’اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور اللہ سے ڈرا کرو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہےo‘‘

۵۔ وَ کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَھُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَo[۲]

’’اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے تو جو شخص اس (قصاص) و صدقہ (یعنی معاف) کر دے تو یہ اس (کے گناہوں) کے لیے کفارہ ہوگا اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیںo‘‘

۶۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ج لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ج وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ج وَبِعَھْدِ اللّٰہِ اَوْفُوْا ج ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ

(۱) المائدۃ، ۵: ۸

(۲) المائدۃ، ۵: ۴۵

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝(۱)

''اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پیمانے اور ترازو (یعنی ناپ اور تول) کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمہارا) قرابت دار ہی ہو اور اﷲ کے عہد کو پورا کیا کرو یہی (باتیں) ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو ۝''

۷۔ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝(۲)

''فرما دیجئے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور تم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رخ (کعبہ کی طرف) سیدھے کر لیا کرو اور تمام تر فرمانبرداری اس کے لیے خاص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو جس طرح اس نے تمہاری (خلق و حیات کی) ابتداء کی تم اسی طرح (اس کی طرف) پلٹو گے ۝''

۸۔ اِنَّ اللهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝(۳)

''بیشک اﷲ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا، اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو ۝''

---

(۱) الانعام، ۶: ۱۵۲

(۲) الاعراف، ۷: ۲۹

(۳) النحل، ۱۶: ۹۰

۹۔ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ کِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰهُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ○ (۱)

’’پس آپ اسی (دین) کے لئے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہیے اور اُن کی خواہشات پر کان نہ دھریئے، اور (یہ) فرما دیجئے: جو کتاب بھی اللہ نے اتاری ہے میں اُس پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔ اللہ ہمارا (بھی) ربّ ہے اور تمہارا (بھی) ربّ ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بحث و تکرار نہیں، اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کا) پلٹنا ہے○‘‘

۱۰۔ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ. (۲)

’’بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو سکیں۔‘‘

(۳) آزادانہ سماعت کا حق

عدل و انصاف کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام فریقوں کو سماعت کا مساوی حق نہ دے دیا جائے چونکہ نزول قرآن مجید کا بنیادی مقصد معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہے اس لئے ہر فردِ معاشرہ کو سماعت کا حق عطا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید سے

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۱۵

(۲) الحدید، ۵۷: ۲۵

یہ امر واضح ہے کہ اس حق کا تعین خود اللہ رب العزت نے اپنی سنت سے کیا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا گیا تو ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اس سرتابی پر ابلیس کو سزا دینے سے پہلے وضاحت کا موقع دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o(۱)

’’بیشک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورت گری کی (یعنی تمہاری زندگی کی کیمیائی اور حیاتیاتی ابتداء و ارتقاء کے مراحل کو آدم (علیہ السلام) کے وجود کی تشکیل تک مکمل کیا) پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہواo‘‘

۲۔ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ط قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ o(۲)

’’ارشاد ہوا: (اے ابلیس!) تجھے کس (بات) نے روکا تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا، اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا ہےo‘‘

۳۔ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ o(۳)

’’ارشاد ہوا: پس تو یہاں سے اتر جا! تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکبر کرے

(۱) الاعراف، ۷: ۱۱
(۲) الاعراف، ۷: ۱۲
(۳) الاعراف، ۷: ۱۳

پس (میری بارگاہ سے) نکل جا۔ بیشک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے○"

۴۔ اسی طرح جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی ریاستی انتظامیہ (State bureaucracy) کا ایک حصہ یعنی ہُدہُد بغیر آپ کو اطلاع دیئے لشکر سے غائب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے سخت سزا دوں گا اِلّا یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کرے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو سزا دینے سے پہلے حقِ سماعت عطا کیا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَ اذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○(۱)

"اور سلیمان (علیہ السلام) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: مجھے کیا ہوا ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ پا رہا یا وہ (واقعی) غائب ہوگیا ہے○ میں اسے (بغیر اجازت غائب ہونے پر) ضرور سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس (اپنے بے قصور ہونے کی) واضح دلیل لائے گا○"

(۴) دوسروں کے جرائم سے برأت کا حق

عدل و انصاف کا لازمی تقاضا ہر شخص کو صرف اس کے اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دینا ہے۔ اسلام نے ہر فردِ معاشرہ کو عدل و انصاف کی اس روح کے پیشِ نظر دوسروں کے جرائم سے برأت کا بنیادی حق عطا کیا ہے کہ ہر شخص صرف اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور دنیا یا آخرت میں کہیں بھی کسی کو دوسرے کے اعمال و افعال کا ذمہ دار نہیں قرار دیا جائے گا:

۱۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

(۱) النمل، ۲۷: ۲۰، ۲۱

عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ○[1]

''وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، ان کے لیے وہی کچھ ہوگا جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لیے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے، اور تم سے ان کے اعمال کی باز پرس نہ کی جائے گی○''

۲۔ مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ○[2]

''جو کوئی راہِ ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لیے ہدایت پر چلتا ہے اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی کا وبال (بھی) اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے (گناہوں کا) بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم (اس قوم میں) کسی رسول کو بھیج لیں○''

(۵) صفائی پیش کرنے کا حق

معاشرہ میں مختلف اخلاقی، سماجی، معاشی و معاشرتی برائیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ اکثر اوقات جھگڑا، فساد اور مار پیٹ تک نوبت چلی جاتی ہے۔ مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ مظلوم کی داد رسی نہیں ہوتی اور اس کو بسا اوقات قانون نافذ کرنے والے ادارے بوجہ رشوت، سفارش، فرض شناسی اور ذمہ داری سے پہلو تہی کرتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ سراسر ناانصافی اور ظلم کے مترادف ہے۔ ایک طرف اگر مظلوم، ستم زدہ اور مجبور شخص کو اپنی شکایت حکام بالا سے عرض کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تو اس کے ساتھ ساتھ دوسری جانب اس پر لگائے گئے الزامات کی نفی کرنے کے لئے صفائی پیش کرنے کا

(۱) البقرة، ۲: ۱۳۴

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۵

حق دینا بھی ضروری ہے۔ اسلام ان اقدامات کی بھرپور حمایت کرتا ہے کیونکہ یہ عمل معاشرہ سے ناانصافی، ظلم، جبر اور استحصال ختم کرنے میں ممد و معاون ہے۔

اسلام ہر شخص کو اپنی صفائی پیش کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ چونکہ جملہ معاملات کے تصفیہ میں اسلام کا بنیادی اصول عدل و انصاف کا قیام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ○ (۱)

”اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے○“

عدل و انصاف کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہر شخص کو اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنا مؤقف بیان کرنے کا حق حاصل نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بنیادی حق عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فإذا جلس بين يديک الخصمان فلا تقضين حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الأول. (۲)

”جب تیرے پاس دو فریق فیصلہ کروانے کے لئے آئیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے فریق کو بھی اسی طرح نہ سن لو جس طرح پہلے

(۱) النساء، ۴: ۵۸

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الأقضية، باب کيف القضاء، ۳: ۳۰۱، رقم: ۳۵۸۲

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۴: ۱۰۵، رقم: ۷۰۲۵

۳۔ بيهقي، السنن الکبری، ۱۰: ۱۴۰

فریق سے سنا تھا۔‘‘

معاشی کفالت کے سلسلہ میں مندرجہ بالا سات حقوق کا تمام افرادِ معاشرہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے ساتھ ساتھ نجی شعبہ کے صاحبِ حیثیت افراد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام افراد کی ان حقوق تک رسائی کو یقینی بنائیں۔

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

۱۔ القرآن الحکیم۔

۲۔ **آلوسی،** محمود بن عبد اللہ حسینی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ/۱۸۰۲۔۱۸۵۴ء)۔ **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۔ **احمد بن حنبل،** ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۴۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۵۔ **بزار،** ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: مؤسسہ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۶۔ **بزار،** ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ **المسند۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم۔

۷۔ **بغوی،** ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔

۸۔ **بلاذری،** احمد بن یحیٰ بن جابر (م ۲۷۹ھ)۔ فتوح البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۹۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۰۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۱۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۲۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۱۳۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ السیاسیۃ الشریعۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ۔ لاہور، پاکستان: دار الدعوۃ الاسلامیہ۔

۱۴۔ جصاص، احمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵۔۳۷۰ھ)۔ أحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۱۵۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ مناقب أمیر المؤمنین عمر بن خطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۶۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ حنفی (۱۰۱۷۔۱۰۶۷ھ)۔ کشف الظنون۔

بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۷۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۸۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۱۹۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۰۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ **المحلی**۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔

۲۱۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ **المحلی**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۲۔ **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۲۳۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (م ۱۴۰۴ھ)۔ **السیرۃ الحلبیۃ/ إنسان العیون**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۲۴۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۵۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۶۔ **دیلمی،** ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۲۷۔ **ذہبی،** شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳۔۷۴۸ھ/۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء)۔ **سیر أعلام النبلاء۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۲۸۔ **ابن راہویہ،** ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ(۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۹۹۵ء۔

۲۹۔ **سرخسی،** امام شمس الدین (م ۴۸۳ھ)۔ **کتاب المبسوط۔** بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۰۔ **ابن سعد،** ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ۔** بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۱۔ **شاہ ولی اللہ،** محدث دہلوی (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔ **ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔** کراچی، پاکستان: قرآن محل۔

۳۲۔ **ابن أبي شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۳۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۴۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر۔** موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء۔

۳۵۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر۔** قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۳۶۔ **طبری،** ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاریخ الأمم والملوک۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۳۷۔ **ابن عبد البر،** ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمہید۔** مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۳۸۔ **عبد الرزاق،** ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۳۹۔ **عبد بن حمید،** ابو محمد بن نصر کسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند۔** قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۰۔ **بن عبد السلام،** امام عز الدین ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام السلمی (۵۷۷۔ ۶۶۰ھ/ ۱۱۸۱۔۱۲۶۲ء)۔ **قواعد الأحکام فی مصالح الأنام۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الریان، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۱۔ **ابو عبید،** قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)۔ **کتاب الأموال۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۲۔ **عجلونی،** ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔ ۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا ومزیل الألباس۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۴۳۔ **ابن حجر عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری۔** لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب

الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۴۴۔ **علی بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ (خطبات)۔ نهج البلاغة۔ کراچی، پاکستان: محفوظ بک ایجنسی، ۲۰۰۰ء۔

۴۵۔ **ابو عوانہ،** یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۴۶۔ **قرشی،** عبد اللہ بن محمد ابوبکر **ابن أبي دنيا** (۲۰۸۔۲۸۱ھ)۔ مکارم الأخلاق۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۴۷۔ **قرطبی،** ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ الجامع لأحكام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۸۔ **قضاعی،** ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم (م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ مسند الشهاب۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۴۹۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایہ والنهایہ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۰۔ **ابن ماجہ،** ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۱۔ **مالک،** ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

www.MinhajBooks.com

۵۲۔ **مسلم**، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶۔۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۵۳۔ **مقدسی**، محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصور ی حنبلی (۵۶۹۔۶۴۳ھ/۱۱۷۳۔۱۲۴۵ء)۔ **الأحادیث المختارہ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۴۔ **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔ ۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۵۵۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب والترھیب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۵۶۔ **نسائی**، ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۵۷۔ **نسائی**، ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۵۸۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث۔

۵۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/

۱۹۸۷ء۔

۶۰۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المامون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۶۱۔ **ابو یوسف**، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابرہیم (۱۱۳۔۱۸۲ھ)۔ کتاب الخراج۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

۶۲۔ **ابو یوسف**، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابرہیم (۱۱۳۔۱۸۲ھ)۔ کتاب الخراج۔

۶۳۔ **ابو یوسف**، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابرہیم (۱۱۳۔۱۸۲ھ)۔ کتاب الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

64. Seighart, Paul. *The international Law of Human Right*. Clareedon Press, Oxford, 1985.

www.MinhajBooks.com